

WWW.PAKSOCIETY.COM



بساط زینت

فرحانہ ناز ملک

پاک

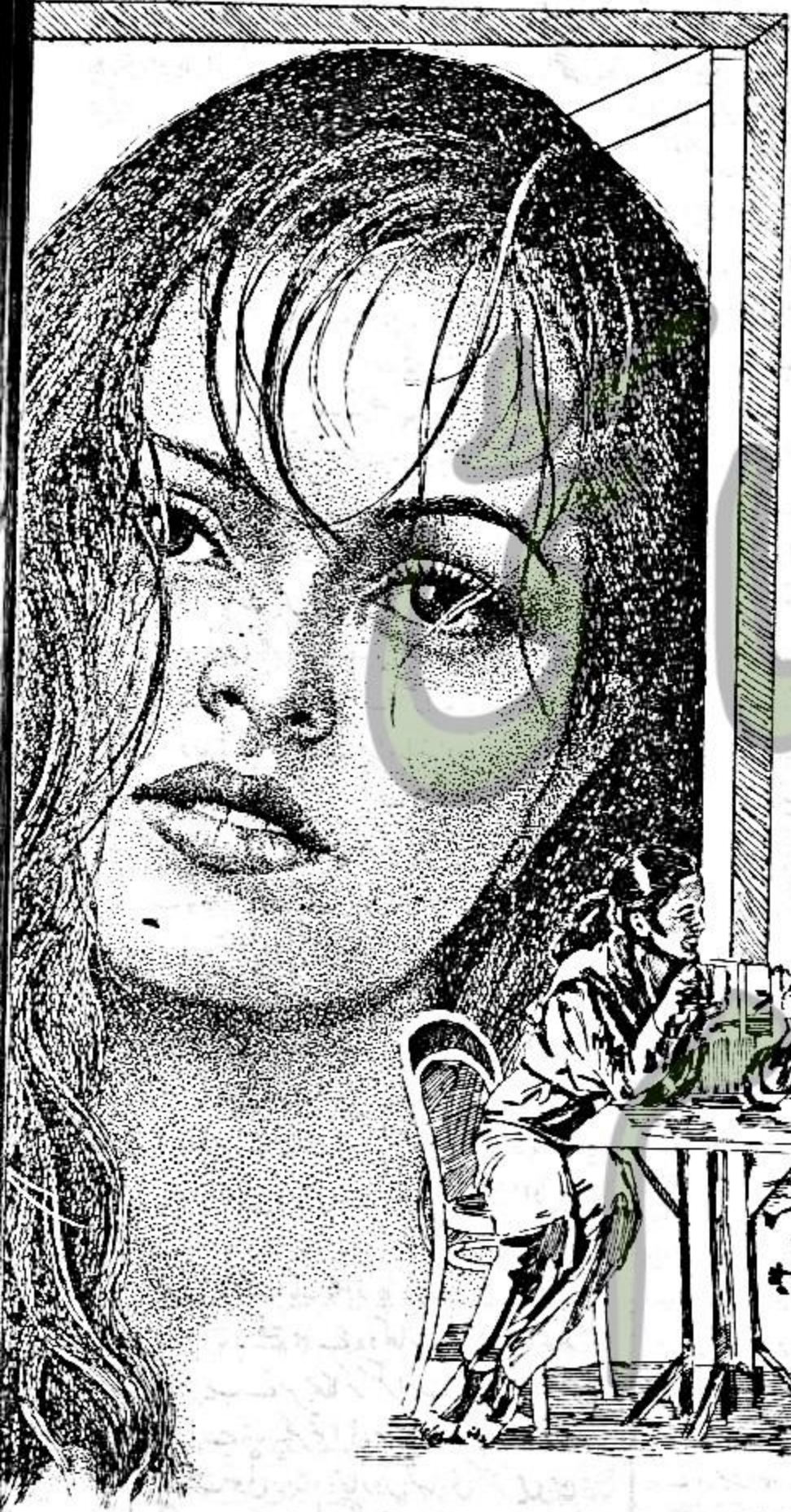


WWW.PAKSOCIETY.COM

521

2006





ناولٹ

بساط زیست

فرحانہ ناز ملک

”مات دیتی بکن سے بیڈروم کی جانب برومی۔
 ”پاپا ہوشیار..... جیٹ جہاز آرہا ہے۔“
 نیبل پرناشتے کے انتظار میں بیٹھا عبد اللہ اس کی
 طرح جاتے دیکھ کر باپ کا ہمدرد بن کر چلا آیا۔
 ”صاحب“ مصنوعی بدحواسی کا شکار ہو گئے۔
 ”ارے باپ رے..... مذاق نہ کریا! کر تیک
 وہ اس کے سر پر نہ صرف پہنچ چکا تھی بلکہ
 نظروں سے دیکھ بھی رہی تھی۔ مزہ سب نے بدحواسی کو

”مالا..... مالا سوئیٹ ہارٹ..... ارے جان من
 سنتی ہو۔“ پیار بی بی یہ لگا اس کے سر پر تو ہتھوڑا بن کر
 رہی تھی کہ ہاتھ براچی، چلی گول روٹی تو نے پر جاتے ہی
 بیت بگاڑ گئی۔ جس طرح سے روٹی نے تو نے پر جلنا
 شروع کیا بالکل اسی طرح سے اس کا دل جلنے لگا۔
 ”جانم..... ذرا ادھر تو آؤ..... مالا یار.....“ جب تک
 بیڈروم میں جا کر جاضری نہ لگا آتی ان فلمی پکاروں
 نے ختم نہیں ہونا تھا۔ تبھی تو جلتے کھستے وہ ہوا کی رفتار کو



دیر نہ لگی اور مزید کی ساری شوخی نمی دیکھ کر ہوا ہو گئی ہاتھ سے پکڑ کر اسے قریبی چیمبر پر بٹھا دیا۔

”پاپا آپ میری ماما کو زلا دیتے ہیں ناں؟“
سوں سوں کرتی ماما عبداللہ کی بے چینی میں اضافہ کر گئی۔
”نہیں پار..... ہم تو مذاق کر رہے تھے آپ کی ماما توون اینڈ اوٹی ہیں ان کی جگہ کوئی اور لے سکتا ہے کیا؟“ اس کا روٹھا روٹھا سرخ چہرہ دل میں اتار کر مزید نے صدق دل سے کہا تو عبداللہ کی سلی ہوئی۔
”مجھے پتا ہے آپ کو میرے کام پر اعتراض رہتا ہے میری کلنگ اچھی نہیں لگتی اسی وجہ سے آپ دل جلانے والی باتیں کرتے ہیں۔“

”اللہ گواہ ہے۔“ گرم گرم چائے کا سپ لینے کے بعد وہ بہ سرعت بولا ”میں نے ایسا کبھی نہیں سوچا۔ پار میں تو تب بھی تمہاری روٹیاں آنکھیں بند کر کے کھالیا کرتا تھا جب..... انہیں کھانے کے بعد مجھے اپنی خیریت مشکوک لگنے لگتی تھی۔ نقشے تو خیر ہوتے ہی تھے لیکن کچھ اتنی بچی کہ بالکل آنا اور کچھ اتنی بچی ہوئی کہ کالی سیاہ..... میں کیسے شیر و شکر ہو کر کھالیتا تھا۔“ یوں تو وہ اس

قدمیں اضافہ موٹاپے سے نجات



زردی بھر کے لئے صحت مند اور اسمارٹ آپ مردوں یا عورت، چھوٹا قہقہہ احساس کتری کا شکار بنا دیتا ہے اور موٹاپا بے شمار بیماریوں کی بنیادی وجہ ہے۔ اپنی ان پریشانیوں سے نجات پائیے۔ قدمیں اضافہ اور موٹاپے سے نجات ممکن ہے۔ اپنے موجودہ قد کی پیکش اور وزن، عمر اور دیگر کیفیت ہمراہ جوابی الفاظ ارسال کریں اور حاصل کریں، مفید معلومات پرکشش شخصیت اپنانے اور ہمیشہ اسمارٹ اور فٹ رہنے کیلئے

KAYBEE HOME
پوسٹ بکس نمبر 2535 کراچی 74600

بھال خاصی دلچسپی سے اپنی نازک اندام بیگم کا سر تاپا جائزہ لیا کہ جو اس وقت ایسی لگ رہی تھی جیسے رونی نہ پکار رہی ہو بلکہ آنے کے ساتھ کستی لڑ رہی ہو۔ صرف ہاتھ ہی نہیں بال اور چہرہ بھی آنا آتا ہو رہے تھے اور کپڑے تو آنا گوندتے وقت ہی کچھ کے کچھ ہو جایا کرتے تھے۔
”وہ..... اصل میں ناں..... ٹائی جرابیں رومال۔“ اس کی شعلہ بار نظروں سے گھبرا کر مزید نے باقاعدہ منمنائی آواز میں اپنی پریشانی بتائی۔ جسے سن کر اس نے آنے میں تھڑے ہاتھوں کی پروا کیے بغیر زور سے وارڈب کے متعلقہ خانے کھول کر اس کی ترتیب سے رکھی چیزیں دکھائیں۔ مزید سر پہ ہاتھ پھیر کے رد گیا۔

”روزانہ.....“ دانت پیٹتے ہوئے اس کے سامنے آ کر وہ غرائی ”رات میں آپ کی یہ سب چیزیں آپ کو تاتا کرتا رہتی ہوں پھر بھی آپ صبح اٹھ کر چنگھاڑنا شروع کر دیتے ہیں یہ جانتے ہوئے بھی کہ میرے نام کا کتنا حرج ہو جاتا ہے..... وقت پر عبداللہ اور آپ کا ناشتا بنار کرنا ہوتا ہے پر ناں جی..... آپ کی تو دشمنی ہے مجھ سے۔“ آخر میں لہجہ اچھا خاصا گلوگیر ہو گیا۔ قبل اس کے کہ مزید کچھ رد میںک جملے اچھا ل کر مزاج یار کو درست مقام پر لاتا وہ تنقاتی ہوئی واپس جیٹ جہاز کی طرح اڑ کر جین سدھا رہی۔ مزید نے اپنی تیاری مکمل کی اور ٹیبل پر عبداللہ کے ساتھ جا بیٹھا۔

”یار کیا خیال ہے آپ کی ماما چیخ نہ کر لیں؟ روزانہ ناشتا دیر سے کرائی ہیں۔“ عبداللہ کو آنکھ مار کر مزید نے ایک بار پھر بھڑوں کے چپتے کو چھیڑا اور وہ اسی چھڑ گئی۔
”میری بلا سے ایک چھوڑ چار لے آئیں۔“ اس کے سامنے ناشتا رکھتے ہوئے وہ کھا جانے والے انداز میں بولی۔ مزید نے سر جھکا کر مسکراہٹ چھپائی۔
”یہ سچ ہے..... پھر تم اپنی مرضی سے ہنگ توڑنا“
”ن چڑھے تک سوتی رہتا وہ چاروں تمہاری کینز بن کر گھر اور گھر والے کو سنبھالیں گی، کیا خیال ہے؟“
”مزید.....“ موٹی موٹی آنکھوں میں نمی آتے

کی دل جوئی کر رہا تھا لیکن آنکھوں سے جھلکتی شوخی مالا سے کہاں پوشیدہ رہ سکتی تھی ایک بار پھر وہ کٹ کٹھی بلی بن گئی۔

”تو لے آئی تھی کوئی روٹیاں پکانے والی ایکسپرس میں تو شاید ہی کبھی کام کی روٹیاں پکاؤں۔“
”جان من۔“ نیکیمن سے ہاتھ منہ پونچھے ہوئے اس نے آنکھوں کو خوابیدہ سا بنا کر اسے دیکھا۔

”شادی روٹیاں پکانے والی ایکسپرس سے تھوڑی کی جاتی ہے بلکہ.....“ پوری امید تھی کہ اگلا جملہ بھڑکتا ہوا ہو گا مالا کو سننے میں اعتراض نہیں تھا لیکن عبداللہ کی موجودگی اسے حواسوں میں سے آئی۔

”بس بس رتنے دیں گرگٹ کی طرح رنگ بدلنے کے علاوہ آپ کو اور کچھ نہیں آتا اٹھیے عبداللہ کے اسکول کا ٹائم ہو رہا ہے۔“ وہ خود بھی اٹھ کر جلدی جلدی برتن سمیٹنے لگی۔

”چلو بھئی پاپا کے جگر..... آپ کی ماما یوں ہی ہمارے جذبات کا خون کر دیتی ہیں۔“ اسے اچھی طرح سے نظروں سے میں اتار کر دن بھر کے لیے توانائی گویا اپنے اندر سموئی، مالا نظر انداز کیے بجلی کی سی تیزی سے یہاں وہاں چکراتی پھرتی رہی۔ عبداللہ کا بیگ مزید کے حوالے کیا اور عبداللہ کے پھولے پھولے سرخ گال کا زرد دار بوسہ لیا۔

”میری باری۔“ عبداللہ پورج کی طرف بھاگا تو مزید چہرہ فریب کر کے منمنایا۔ مالا کی مارے شرم کے نظریں ہی فرش نشیں ہو گئیں۔

”بہت بے حیا ہو گئے ہیں آپ چائیے..... عبداللہ آدازیں لگا رہا ہے۔“ اسے برآمدے سے دھکیل کر وہ اپنی دھڑکنوں پر قابو پاتے ہوئے بولی تھی۔

”دہائی ہے دنیا والو..... بندہ اپنی بیوی سے روٹیں کرے تو بے حیا..... پھر کس سے کرے؟“ جانے سے پہلے مزید نے کہا اس کے چہرے پر عود آنے والی مسکراہٹ بے ساختہ تھی۔

دونوں کو سی آف کر کے وہ واپس بکن میں آئی تو دن بھر کے کاموں کا سوچ کر موڈ ہی بگڑ گیا ”کاش میرے

پاس کوئی جادو کی چھڑی ہوتی جسے ہلانے سے خود بخود برتن دھل جاتے، جھاڑو صفائی، کپڑوں کی دھلائی سب ہو جاتی..... پر میری قسمت۔“ نہایت بے دلی و بے نیازی سے اس نے برتن دھوئے پھر بکن صاف کیا اس کے بعد باقی سارے گھر کی صفائی شروع ہو گئی۔

☆☆☆

کسی زمانے میں زندگی یوں روٹین کے کاموں میں الجھی ہوئی نہ تھی، تین بہنوں اور دو بھائیوں میں وہ تیسرے نمبر پر تھی بھائی دونوں اس سے بڑے تھے۔ دو بھائیوں کے بعد انٹری مارنے کی وجہ سے اس نے جی بھر کر لاڈ اٹھوائے تھے جس کی وجہ سے وہ صرف دکھتے میں ہی نہیں بلکہ انداز و اطوار میں بھی نازک اندام ہو گئی تھی۔ میٹرک تک اسے نہیں یاد اس نے کبھی گھر کی صفائی سھرائی کی ہو، جھاڑو لگانے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا ڈسٹنگ سے بھی وہ بری الذمہ تھی ان کاموں کے لیے ملازمہ مختص تھی لیکن شام میں امی ایک بار پھر جھاڑو لگایا کرتی تھیں۔ ایسے میں اسے تو نہیں چھوٹی بہن مزہ کو دیکھ کر حیا آئی کہ بیٹیوں کے ہوتے ہوئے امی کیوں کام کریں سو شام میں جھاڑو لگانا مزہ کی ذمے داری بن گئی۔

پہلے پہل تو امی کچھ نہیں کہتی تھیں لیکن پھر جب اس کے نخرے نفاست پڑتے دیکھی کہ جواب اپنے حصے کے برتن سب سے چھوٹی رملہ سے دھلوانے لگی تھی تب امی روایتی ماں کا روپ دھار گئیں اور مختلف کاموں کی باریاں رکھ دیں جس پر پہلے تو اس نے خوب بیچ و تاب کھائے پھر یہ کرنے لگی کہ کاموں کا ادل بدل کر کے باری بھگتائے لگی۔ اسے سب کاموں میں جھاڑو دینے سے چڑھتی تھی۔ سو وہ بخوشی مزہ کی باری کے برتن دھولیتی یا آنا گوندھ دیتی پر جھاڑو دینا اس کے ذمے لگاتھی۔

”لوگ ہاتھوں کی حفاظت کے لیے برتن دھونا گناہ سمجھتے ہیں اور تم بخوشی برتن دھولتی ہو میں ہوتی تو جھاڑو دینے کو ہر کام پر ترجیح دیتی۔“ غزل کو اپنی عادت کا بتایا تو اس نے کھل کر اعتراض کیا لیکن وہ کیا کرتی اسے

جھاڑو لگانا دنیا کا مشکل ترین کام لگتا تھا، صوفوں کے نیچے بیڈ کے نیچے ٹرائیاں گھسیٹ کر غرضیکہ جھاڑو لگانے میں حقیقتاً ماسی بن جاؤ جو اسے گوارا نہیں تھا۔

دوسرے وہ کلنگ سے بھی دور رہی یہاں بھی مزہ نے نمبر بنائے، کچھ وہ گھر کے کام کرنے کی شوقین زیادہ تھی اس سے ایک سال ہی چھوٹی تھی۔ امی کو کلنگ کرتے دیکھ دیکھ کر اس میں یہ شوق بھی پروان چڑھ گیا اور چند ہی دنوں میں کلنگ کی ذمے داری آپوں آپ اس کے نازک کندھوں پر آگئی حالانکہ ابھی وہ اسکول گرل تھی اور مالا سے ایک کلاس پیچھے تھی۔ امی نے جب دیکھا کہ چھوٹی والی تو گھر سنبھالنے میں طاق ہو رہی ہے اور بڑی کو باتیں بنانے سے فرصت نہیں تب انہوں نے اسے کچن کے کاموں کی طرف راغب کرنے کا مشکل بیڑا اٹھایا۔

امی اور مزہ فجر کے وقت جاگ جاتی تھیں اسے صبح ہی صبح نیند قربان کرنا محال ہی نہیں ناممکن بھی لگا کرتا سو وہ بڑی اٹھتی رہتی لیکن پھر امی نے اپنے جاننے کے بعد اسے بھی کھینچ کھاچ کر جگانا شروع کر دیا۔ یہی نہیں صبح کی بننے والی پہلی چائے بھی اس کے ذمے لگا دی جسے اس نے ناک بھوں چڑھا کر قبول کیا۔

امی اسے کیتلی میں دودھ پانی پتی اور چینی ایک ساتھ ڈال کر یہ آرڈر پاس کر دیا کرتی تھیں۔
”جب اس میں ابال آجائے اچھی طرح تو پچھ کر چینی یا پتی جس کی بھی ضرورت ہو ڈال دینا۔“ وہ جمائیاں لے لے کر اس بکچر کے بواہل ہونے کا انتظار کرتی جب وہ بواہل ہو جاتا پھر حلق پھاڑ کر امی سے پوچھتی۔

”امی..... یہ اہل گیا..... اب اس میں اور کیا ڈالوں؟“ سن کر امی سر ہٹا کر کہتی تھیں۔
”اب اس میں نمک مرچ ڈال دے۔“ بجز کروہ جواب دیتیں اور ساتھ ہی بھاگ کر کچن میں بھی جاتیں کہ اس عقل کی اندھی سے کوئی بعید نہیں تھی ڈال ہی دیتی۔

صبح کی یہ پہلی چائے وہی پیتے جنہیں اسکول، کالج،

یونیورسٹی وغیرہ جانا ہوتا اور پی کر خوب گرم ہوتے کہتے۔

”امی پلیز آپ خود ہی بنا لیا کریں ناں..... چائے تو گرم پانی لگ رہی ہے۔“ بڑے بھائی نے اعتراض کرتے وہ ڈھٹ بنی سنتی رہتی۔ سچ تو یہ تھا چائے پینے لائق ہی نہ ہوتی کبھی چینی بہت زیادہ بھی نہ کم یہی حال پتی کا ہوتا تھا تنگ آ کر امی نے اس سے برائے ہاتھ لگوانے کی داری بھی واپس لے لی حالانکہ اب اس کے ہاتھ کی بنا چائے خوب مزے سے چسکیاں لے لے کر پیتے تھے۔

”آہستہ آہستہ سیکھ جائے گی۔“ وہ پیار سے کہتے تھے۔
اس آہستہ آہستہ سیکھنے کی نوبت ہی نہیں آئی۔ وہ اپنی دوست کے گھر اس کے کزن مزیب آفندی کو اتنی پیند آئی کہ وہ جھٹ رشتہ لے کر پہنچ گیا جس پر امی نہال ہی نہیں متذبذب بھی تھیں۔

”اس کو تو اٹھا تک ابالنا نہیں آتا آگے جا کے شرمندہ نہ کر دائے۔“ ابو تو سرے سے رشتہ قبول کرنے کے ہی حق میں نہیں تھے۔

”ابھی بہت چھوٹی ہے..... ابھی نہیں۔“
لیکن یہ ”ابھی نہیں“ شاید اوپر نہیں لکھی تھی تقدیر بنانے والے نے اس کا رشتہ مزیب کے ساتھ اور وہ بھی اتنی جلدی لکھ دیا تھا کہ امی کا تذبذب تو ابو کا انکار سب دھرے کے دھرے رہ گئے اور مزیب آفندی جیسا ہیرا سب کو اتنا پسند آیا کہ آنا فنا شادی بھی ہو گئی۔ دوسری لڑکیوں کے برعکس اس نے اپنی شادی خوب خوب انجوائے کی۔ ڈھولگی بجا کر نہ صرف گانے گائے بلکہ لڑکیوں کو پکڑ پکڑ کر ڈانس آکٹم بھی سکھائے تاکہ دو گھنٹوں والوں کو شکست ہو۔ امی تو اس کے انداز دیکھ دیکھ کر ہی ہوتی رہیں۔

مزیب کے امی ابو کی ڈیجھ ہو چکی تھی ایک بڑی بہن تھیں جو کہ شادی کے بعد ناروے میں مقیم تھیں اور اب اس کی شادی پر شرکت کے لیے آئی ہوئی تھیں۔ مزیب خود بزنس کرتا تھا۔ گھر میں ساس، نندوں کی غیر موجودگی شاید پہلی مرتبہ کسی لڑکی کی ماں کو پریشان

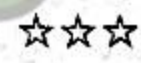
عموماً ہو بھی جاتی تھی اکثر اوقات مزیب بھی لہجے کرنے گھر ہی آ جایا کرتا تھا۔ سو جلدی جلدی ہاتھ چلاتے ہوئے اس نے کچن کڑھائی اور کس سبزی ایک ہی ساتھ تیار کرنے کی ابتدا کی کہ سردیوں کی چھوٹی دوپہر پلک جھپکنے میں خدا حافظ کہنے لگتی تھی۔ دونوں ڈشز میں پیچھے ہلانے کے ساتھ ساتھ وہ بڑے سے باؤل میں سلاڈ کے لیے گاڑ بند گوبھی اور دیگر آکٹم بھی باری باری کاٹی جا رہی تھی حقیقتاً اس پر مشین کا گمان ہو رہا تھا، چھ ہاتھوں والی مشین ان تمام اشیا کی تیاری کے بعد اس نے عبداللہ کے لیے چاکلیٹ کھلی سوپاں بھی بنائی تھیں یعنی کام..... کام اور صرف کام.....

نئی نئی شادی ہوئی تھی تو کچھ مزیب کی قربت کا جادو آگیاں اثر تھا کچھ اپنی دھاگ بٹھانے کا شوق بھی..... مکے میں کبھی جھاڑو ڈسٹر نہ اٹھانے والی یہاں مہینے بعد ہی گھر چکانے میں لگ گئی۔ اس کی آمد سے قبل یہ کام مزیب کے آفس میں کام کرنے والے ایک نو عمر غریب سے لڑکے کے ذمے تھا وہ آتا اور گھر کی صفائی کر جاتا، کچھ مزیب خود بھی نفس طبیعت کا حامل تھا بغیر پھیلاوا کیے قرینے سے رہ رہا تھا اور اس کا بہی قرینہ مالا کو بھی نظر آ گیا بھی تو وہ ناپسندیدہ کام میں دلچسپی لینے پر مجبور ہو گئی۔ یوں تو وہ خود بھی نفاست اور قرینے سے رہنے کی قائل تھی بے شک وہ مکے میں کام کی نہ کالج کی دشمن اناج کی مشہور تھی لیکن امی مزہ اور رملہ کی وجہ سے اسے صفائی سے بے انتہا محبت ضرور تھی اپنا آئینے کی طرح چمکتا گھر طبیعت پر خوشگوار اثر ڈالتا تھا اور ویسے بھی اس پاس یہ بات لطیفے کی حد تک مشہور تھی کہ ”ان کے گھر جایا جائے تو مزہ اور رملہ جھاڑن تھاے ہی ملتی ہیں ہمیشہ۔“ اس سے کسی کو انکار نہیں تھا، ادھر فرش خراب ہوا ادھر مزہ کپڑا لیے حاضر۔

اور اب..... وہ خود ایسی ہو گئی تھی کبھی صفائی کرنے کے قریب نہ پھٹکنے والی ایسی جھاڑو لگاتی کہ آنکھیں خیرہ ہو جاتیں، کونا کھدرا بھی چمک اٹھتا، بھاری بھاری سامان بہ آسانی گھسیٹ کر اس کے نیچے سے بھی صفائی کرتی۔

کر رہی تھی۔
”اگر جو ساس، نندیں ہوتیں تو اس کے لیے آسانی دیتی سر پر کھڑے ہو کر کام کروا تیں۔ مزیب کو یہ کھلا پلا کہاں سے سکے گی؟“ اس کے شان دار طریقے سے رخصت ہونے تک امی انہی فکروں میں گھری رہی تھیں مگر انہیں پتا نہیں تھا کہ اللہ تعالیٰ نے بھی سوچ سمجھ کر اسے مزیب جیسا بندہ عطا کیا تھا کہ جو بے حد پیار کرنے والا شوہر ہی نہیں بلکہ ایک مہربان اور نرم خوانسان بھی تھا دوسرے اتنی چھوٹی سی بیوی کے عشق میں غرق بھی۔

آپا کے ناروے چلے جانے کے بعد جب کچن سنبھالنے کا وقت آیا تو مزیب کسی فرشتے کا روپ دھار گیا اگرچہ وہ اس کی ہر بنائی چیز پر شوخی بھرے ریما کر ضرور پاس کرتا۔
”اچھا..... یہ تو سسکے گئے ہیں یہ ابلا ہوا انڈا ہے کہ پتھر؟ اوہ اچھا اچھا سے فرائی انڈا کہتے ہیں! ایلٹ روٹی کے بجائے سالن جیسا کیسے بن گیا؟“ اس کی آنکھیں حسب عادت لبالب بھر جاتیں جن میں دوبارہ ہنسی لانے کے لیے مزیب کو آؤٹنگ کا پروگرام بنانا پڑتا۔ بہر حال کلنگ سکھانے میں مزیب ہی اس کا استاد بنا۔ اکیلے رہنے کی وجہ سے ان کاموں سے وہ آشنا تھا سو فرائی انڈے سے لے کر روٹی سکھانے تک وہ اس کے لیے معادن ثابت ہوا۔ اگرچہ اس سیکھنے سکھانے میں کچران کم کہتے شرارتیں زیادہ ہوتیں مگر پھر بھی وہ سیکھ ہی گئی۔ یوں بھی اپنے محبوب شوہر کا پیار اسے سب کام کرنے کے لیے ہمیز ثابت ہوا پتا بھی نہ چلا اور وہ قابل برداشت گڑبھستن بھی بن گئی۔



صفائی بھی ہو گئی تھی..... اور روز کے کپڑے بھی سرف میں بھگو کر دھو لیے تھے گھر تو اچھا خاصا لاشکارے مارنے لگا تھا مگر اس کی حالت بری ہو گئی تھی۔ دل تو کر رہا تھا نور آواش روم میں گھس جائے لیکن ابھی امتحان اور بھی باقی تھا۔ سو ہر خیال دھکن کو پس پشت ڈالے وہ پھرتی سے پیاز، لہسن چھیلنے لگی کہ عبداللہ کے آنے سے قبل وہ تمام کاموں سے فارغ ہو جانا چاہتی تھی اور



پاک سوسائٹی ڈاٹ کام کی پیشکش

یہ شمارہ پاک سوسائٹی ڈاٹ کام نے پیش کیا ہے

ہم خاص کیوں ٹھیں :-

- ☆ ہائی کوالٹی پی ڈی ایف فائلز
- ☆ ہر ای بک آن لائن پڑھنے کی سہولت
- ☆ ماہانہ ڈائجسٹ کی تین مختلف سائزوں میں اپلوڈنگ
- ☆ سیریم کوالٹی، ہائرل کوالٹی، کمپریسڈ کوالٹی
- ☆ عمران سیریز از مظہر کلیم اور ابن صفی کی مکمل ریچ
- ☆ ایڈ فری لنکس، لنکس کو میسج کمانے کے لئے شرنک نہیں کیا جاتا
- ☆ ہر ای بک کا ڈائریکٹ اور ریڈیو امیبل لنک
- ☆ ڈاؤنلوڈنگ سے پہلے ای بک کا پرنٹ پر یو ایچ ہر پوسٹ کے ساتھ
- ☆ پہلے سے موجود مواد کی چیکنگ اور اچھے پرنٹ کے ساتھ تبدیلی
- ☆ مشہور مصنفین کی کتب کی مکمل ریچ
- ☆ ہر کتاب کا الگ سیشن
- ☆ ویب سائٹ کی آسان براؤزنگ
- ☆ سائٹ پر کوئی بھی لنک ڈیڈ نہیں

We Are Anti Waiting WebSite

واحد ویب سائٹ جہاں ہر کتاب ٹورنٹ سے بھی ڈاؤنلوڈ کی جاسکتی ہے

ڈاؤنلوڈنگ کے بعد پوسٹ پر تبصرہ ضرور کریں

ڈاؤنلوڈنگ کے لئے کہیں اور جانے کی ضرورت نہیں ہماری سائٹ پر آئیں اور ایک کلک سے کتاب

ڈاؤنلوڈ کریں www.paksociety.com

اپنے دوست احباب کو ویب سائٹ کا لنک دیکر متعارف کرائیں

WWW.PAKSOCIETY.COM

Online Library For Pakistan



Like us on Facebook

fb.com/paksociety

twitter.com/paksociety1

PAKSOCIETY.COM



مزید کا متاثر ہونا لازمی تھا اور اب تو یہ صورت حال تھی کہ شادی کے سات سال گزر جانے کے بعد وہ آئینے کی طرح چمکتا گھر دیکھنے کا عادی ہو گیا۔ کبھی جو مالا بیمار پڑ جاتی تو میٹلے گھر سے مزید ہی نہیں خود وہ بھی بیزار ہو جاتی اور بیماری میں بھی صفائی کرنے اٹھ جاتی..... لیکن اب آہستہ آہستہ طبیعت او بنے لگی تھی۔ روز کے لگے بندھے کام بور کرنے لگے تھے اور اس کی شدت سے خواہش جوان ہوتی جا رہی تھی کہ کھانا پکانے کے لیے نہ سہی جھاڑ پونچھ کے لیے ایک ماسی اشد ضروری ہے..... اور وہ اٹھتے بیٹھے مزید سے "ایک ملازمہ کا سوال ہے بابا" کہہ کر اس کا سر کھانے لگی تھی۔

دونوں ڈشز آخری مراحل میں تھیں جب کال بیل کی آواز نے کام اور خیالات دونوں میں پھل پھلائی۔ "او..... یہ کون آ گیا؟" بڑبڑاتے ہوئے اس نے آج کم کی اور گیٹ پر جا کر ترش سی آواز میں "کون ہے؟" پوچھا۔

"تو ہے ایسے پوچھ رہی ہو جیسے پھاڑ کھاؤ گی" دروازہ کھولو ہم آئے ہیں۔" شاہانہ انداز میں تعارف کرایا گیا جسے سن کر اس کا حلق تک کڑوا ہو گیا۔ براسامہ بنا کر گیٹ کھولا تو بیسنوری غزل سامنے تھی۔

"ذرا پیار سے پوچھا کرو اتنے کڑوے لہجے پر تو آنے والا واپس چلا جائے گا۔" اندر داخل ہونے تک وہ چپکتی رہی۔ پورچ چھوٹا سالان اور پھر برآمدے سے ہیل والی سینڈل سے ٹک ٹک کرتی وہ ایک ادائے بے نیازی سے لاؤنج میں آگئی۔ مالانے یہ چند قدم اس کے پیچھے نہایت سستی سے اٹھائے تھے۔

"اسلام میں ہے کہ دروازے پر آنے والے غیر محرم سے عورت ترش اور تیز لہجے میں بات کرنے پیار سے کہیں اور مجھے نہیں پتا تھا کہ گیٹ پر آپ محترمہ ہیں ورنہ پھولوں کے ہار سے استقبال کرتی..... مصیبت نہ ہو تو روز چلی آتی ہو اپنے گھر میں سکون نہیں تمہیں۔" اسے لاؤنج میں چھوڑ کر وہ بھڑاس نکالتی کچن میں آگئی۔ بیسنوری غزل آنکھوں میں کھب رہی تھی اور خود وہ ایسی لگ رہی تھی کہ کوئی انجان دیکھ لیتا تو غزل کو اس گھر کی

مالکہ اور اسے ملازمہ سمجھ لیتا۔ دل جسی سے دیکھنے والے جھاڑو کی وجہ سے کپڑے اپنی اصل رنگت سے کھو رہے تھے اور پر سے کیلے بھی..... غزل خوبصورت سا پرس وہیں صوفے پر پھینک کر خود اس کے پیچھے آئی۔ کھلکھلاتی ہوئی.....

"کیا رہا ہے؟" سلاوا کا بادل گود میں رکھ کر مٹھی بھر بھر کر کھانے لگی۔ "تمہارا بھیجا!" اس کا جلابھنا انداز غزل خوب انجوائے کیا۔

"پکاؤ پکاؤ..... تمہارے پاس اس کی قلت ہے پکا ہوا کھا کر اپنی کھوپڑی بھر لینا۔" "بکری کہیں کی میری سلاوا واپس رکھو..... مجھے ہمت نہیں دوسری بار بنانے کی۔" چھٹ کر اس ہاتھ سے باؤل لیا اور اس کی پہنچ سے دور رکھ کر چوٹا ہاتھ کرنے لگی۔

"لوگ اپنی جگری سہیلیوں کو منہ کا نوالہ کھلا دیتے ہیں اور تم....." غزل نے مصنوعی تاسف کرنے کے ساتھ لٹکایا، مالا بدستور آنکھیں ماتھے پر رکھے رہی۔ "یہ گاجر مولیاں سب رکھی ہیں بناؤ اور کھاؤ اور آنے والے اپنی قدر کھودیتے ہیں گھر میں رہنا سیکھو۔"

"ہائے بے چاری....." غزل نے دہلی ہوئی گاجر ایسے ہی کھانا شروع کر دی اسی دوران میں مالانے سوئیوں کے لیے دودھ چولھے پر چڑھا دیا تھا، تھوڑا سا دودھ کپ میں ڈال کر اس میں پاؤڈر چاکلیٹ کھس کرنے لگی۔

"کیا کروں میری جان....." گاجر ختم کرتے ہی غزل نے فریج کھول لیا، ساتھ ہی زبان بھی چل رہی تھی۔

"یہ ٹائم گھر میں فارغ ہی فارغ ہوتا ہے ماسی وقت پر جھاڑ پونچھ برتن اور کپڑے وغیرہ دھو جانی سے میں دوپہر کا کھانا دس بجے ہی پکانا شروع کر دیتی ہوں ایک ڈیڑھ گھنٹے تک فارغ ہو کر اپنی "جھاڑ پونچھ" کرتی ہوں اور پھر آوارگی....." آوارگی غزل نے منہ بیگم کی طرح سر میں کہا۔ مالا حسرت بھری نظروں سے اس کا

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام کی پیشکش

یہ شمارہ پاک سوسائٹی ڈاٹ کام نے پیش کیا ہے

ہم خاص کیوں ہیں :-

- ✦ ہائی کوالٹی پی ڈی ایف فائلز
- ✦ ہر ای بک آن لائن پڑھنے کی سہولت
- ✦ ماہانہ ڈائجسٹ کی تین مختلف سائزوں میں اپلوڈنگ
- ✦ سپریم کوالٹی، نارمل کوالٹی، کمپریسڈ کوالٹی
- ✦ عمران سیریز از مظہر کلیم اور ابن صفی کی مکمل ریج
- ✦ ایڈ فری لنکس، لنکس کو میسجے کمانے کے لئے شرٹک نہیں کیا جاتا
- ✦ ہر ای بک کا ڈائریکٹ اور ریڈیو ایبل لنک
- ✦ ڈاؤنلوڈنگ سے پہلے ای بک کا پرنٹ پر یو ہر پوسٹ کے ساتھ
- ✦ پہلے سے موجود مواد کی چیکنگ اور اچھے پرنٹ کے ساتھ تبدیلی
- ✦ مشہور مصنفین کی کتب کی مکمل ریج
- ✦ ہر کتاب کا الگ سیکشن
- ✦ ویب سائٹ کی آسان براؤزنگ
- ✦ سائٹ پر کوئی بھی لنک ڈیڈ نہیں

We Are Anti Waiting WebSite

واحد ویب سائٹ جہاں ہر کتاب ٹورنٹ سے بھی ڈاؤنلوڈ کی جاسکتی ہے

↳ ڈاؤنلوڈنگ کے بعد پوسٹ پر تبصرہ ضرور کریں

↳ ڈاؤنلوڈنگ کے لئے کہیں اور جانے کی ضرورت نہیں ہماری سائٹ پر آئیں اور ایک کلک سے کتاب

ڈاؤنلوڈ کریں

اپنے دوست احباب کو ویب سائٹ کا لنک دیکر متعارف کرائیں

WWW.PAKSOCIETY.COM

Online Library for Pakistan



Like us on
Facebook

fb.com/paksociety



twitter.com/paksociety1

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام کی پیشکش

یہ شمارہ پاک سوسائٹی ڈاٹ کام نے پیش کیا ہے

ہم خاص کیوں ٹھیں :-

- ☆ ہائی کوالٹی پی ڈی ایف فائلز
- ☆ ہر ای بک آن لائن پڑھنے کی سہولت
- ☆ ماہانہ ڈائجسٹ کی تین مختلف سائزوں میں اپلوڈنگ
- ☆ سپریم کوالٹی، نارمل کوالٹی، کمپریسڈ کوالٹی
- ☆ عمران سیریز از مظہر کلیم اور ابن صفی کی مکمل ریٹیج
- ☆ ایڈ فری لنکس، لنکس کو میسے کمانے کے لئے شرنک نہیں کیا جاتا
- ☆ ہر ای بک کا ڈائریکٹ اور ریڈیو م ایبل لنک
- ☆ ڈاؤنلوڈنگ سے پہلے ای بک کا پرنٹ پر ریویو ہر پوسٹ کے ساتھ
- ☆ پہلے سے موجود مواد کی چیکنگ اور اچھے پرنٹ کے ساتھ تبدیلی
- ☆ مشہور مصنفین کی کتب کی مکمل ریٹیج
- ☆ ہر کتاب کا الگ سیشن
- ☆ ویب سائٹ کی آسان براؤزنگ
- ☆ سائٹ پر کوئی بھی لنک ڈیڈ نہیں

We Are Anti Waiting WebSite

واحد ویب سائٹ جہاں ہر کتاب ٹورنٹ سے بھی ڈاؤنلوڈ کی جاسکتی ہے

↳ ڈاؤنلوڈنگ کے بعد پوسٹ پر تبصرہ ضرور کریں

↳ ڈاؤنلوڈنگ کے لئے کہیں اور جانے کی ضرورت نہیں ہماری سائٹ پر آئیں اور ایک کلک سے کتاب

ڈاؤنلوڈ کریں www.paksociety.com

اپنے دوست احباب کو ویب سائٹ کا لنک دیکر متعارف کرائیں

WWW.PAKSOCIETY.COM

Online Library for Pakistan

Like us on Facebook

fb.com/paksociety



twitter.com/paksociety1

تم۔ غزل نے بات ہی ایسی کی کہ اس کے دماغ سے دھواں نکلنے لگا ہاتھ میں پکڑی کنگھی لہرا کر وہ اس پہ حملہ کرنے کے لیے پہلی۔ وہ قلابچیں بھرتی بچن سے باہر چلی گئی اور کھی کھی کرتی ٹی وی آن کر کے بیٹھ گئی۔

سو یاں تھوڑی سی گاڑھی ہوئیں تو وہ چولہا بند کر کے انہیں ڈونگے میں نکال کے..... یوں ہی ٹھنڈا ہونے کے لیے ٹیبل پر رکھنے کے بعد لاؤنج میں آگئی غزل پوری طرح سے "اسٹار پلس" میں گم تھی وہ چپکے سے اس کے قریب بیٹھ گئی۔

"غزل..... تم اپنی ماسی سے کہناں میرے گھر بھی آجایا کرے منہ مانگی نخواہ دوں گی۔" غزل نے ٹی وی آف کر کے حیرت سے اسے دیکھا۔

"واہ جی..... سورج مغرب سے نکل ہی آیا۔" چپک کر جملہ اچھالا "کہہ تو دوں لیکن منہ مانگی نخواہ پر بھی وہ نہیں مانے گی اصل میں کافی گھروں میں جاتی ہے ناں....." یہ سن کر اس کا منہ لٹک گیا۔

"امی سے کہا تو انہوں نے بھی یہی جواب دیا۔ جب مجھے ماسی رکھنے کی خواہش ہوئی تو ماسیوں کا ہی کال پڑ گیا۔" روکھی ہو کر وہ صوفے کی بیک سے لگ کر نیم دراز ہو گئی۔

"کال تو نہیں پڑا غزلی ہو گئی ہیں اور ایک بات تمہیں بتا دوں جس طرح سے تمہیں صفائی کا خط ہے ناں تو ایسی صفائی کرنے والی ماسیاں واقعی کہیں نہیں ہیں پر اے گھر کی صفائی پر ایسا گھر سمجھ کر ہی کرتی ہیں یوں جھاڑو پھیرتی ہیں جیسے ہوا میں لگا رہی ہوں..... اور جان چھڑائی یار ہم تو عادی ہیں کہ ہم خود بھی نام کی ہی صفائی کرتے ہیں ماسیوں کو کیا تو کہیں ہاں تم ضرور تنگ آ جاؤ گی۔" غزل نے ماسیوں کا نقشہ بالکل درست کھینچا تھا۔ اس کے میسے والی ماسی بھی تو ایسی تھی یہ تو رملہ تھی جو سر پر کھڑی ہو جاتی تھی مزہ کی شادی کے بعد یہ ذستے داری رملہ نے سنبھال لی تھی۔

"کچھ بھی ہو میں نے ماسی رکھی ہی رکھی ہے۔" اس نے تہیہ کر لیا تھا معاہدے پر مخصوص ہارن کی آواز آئی۔ غزل پرس تھامے نورا کھڑی ہو گئی۔

سوراج پھر دکھتی رہی۔ "تمہاری طرح نہیں..... صبح شام جھاڑو ہاتھ میں لے کر کھتے رہو گھر چمک جائے گھر کی مالکن کا کباڑا ہو جائے۔" پیسی کا خالی ٹن ڈسٹ بن میں پھینکنے کے بعد اس نے خاصی نزاکت سے ہونٹوں کے کنارے صاف کیے اور یہ جملہ کہہ کر تو اس نے مالا کی دکھتی رگ پکڑ لی تھی جیسے سو یاں بھونتے بھونتے وہ نئے سرے سے اداسی میں گھر گئی۔

"میری جان خود کو نامم دو نہیں تو ضائع ہو جاؤ گی اور مزید بھائی کہیں اور جھانگی مارنا شروع کر دیں گے۔" اب کی بار غزل نے سچ سچ ڈرا دیا۔ وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے اسے دیکھنے لگی۔

"مانا کہ میں مارخان حسن کی مالک ہو کم عمر ہو لیکن..... جس طرح سے تم نے اپنی روٹین بنا لی ہوئی ہے اس سے تو لگتا ہے بس حسن کی چاندنی ڈھلنے ہی والی ہے..... ذرا ہاتھ دیکھو اپنے۔" یہ کہہ کر غزل نے کسی ماہر آرائش حسن کی طرح اس کے لمبی نازک انگلیوں والے ہاتھ چانچنا شروع کر دیے "ایمان سے میری ماسی کے ہاتھ بھی ان سے خوبصورت ہیں۔" غزل کے لہجے میں شرارت تھی۔

"دفع ہو جاؤ۔" وہی ہاتھ مالا نے اس کی کمر پر جڑ دیا اس کے اچھے خاصے خوبصورت ہاتھوں کی یہ وقعت کہ انہیں ماسی کے ہاتھوں سے بھی کم درجہ دیا جائے غزل کو گاڑھی گالیاں سنانے کے بعد اس نے کھولتے دودھ میں پہلے چاکلیٹ ملا دودھ ڈالا اور پھر بھنی سو یاں.....

"اس سے زیادہ بک بک کی ناں تو تمہیں چولھے میں جھونک دوں گی غضب خدا کا روز آ جاتی ہو تیر مارنے۔" آج ہلکی کر کے وہ چپا چپا کر بولی تھی۔ غزل کی ڈھیٹ مسکراہٹ جوں کی توں قائم رہی۔

"آخری زمانہ ہے لوگو..... ہمدردوں کو چولھے میں جھونکا جا رہا ہے۔"

"تم ہمدرد نہیں میری دشمن ہو۔"

"میری شکل اور میلے کپڑوں سے جیلس ہو رہی ہو

ماہنامہ سپائیز

135

اکتوبر 2006ء



PAKSOCIETY1



PAKSOCIETY

”اندر تو بلاؤ روضوان بھائی کو۔“ اس نے ٹوک کر کہا اور جلدی جلدی چھوٹے ٹخن میں سوئیاں بھرنے لگی۔
”اندر شندر نہیں آتے راتیل کو لینے جانا ہے اسکول اور پھر ان محترم نے واپس ایجنسی بھی جانا ہے۔“ مالانے ٹخن اسے تھمایا۔

”گھر جا کر فریز کر لیا۔“

”جی ہے۔“ غزل نے ہنس کر کہا ”اور جب ماسی رکھ لو تو یوں بن ٹخن کے تم میرے گھر آیا کرنا..... ابھی تو مجال ہے گھر سے قدم باہر نکال لو۔“ اسے گیٹ تک سی آف کر کے وہ واپس اندر آگئی صوفے پر بیٹھ کر اس نے بغور ہاتھوں کا معائنہ کیا اچھے خاصے تھے..... لیکن آج اسے نہ جانے کیوں غزل کی ماسی جیسے لگ رہے تھے حالانکہ اپنے تئیں اس نے بھی ان کی طرف سے غفلت نہیں برتی تھی۔ گلاب کا عرق، گلیسرین اور لیٹوں ملا مکچر ہمیشہ اس کے بچن میں موجود رہتا۔ برتن کپڑے وغیرہ دھونے کے بعد وہ اس لوشن کو ہاتھوں پہ لگانا بھی نہیں بھولتی تھی لیکن غزل کے کنکشن نے ہاتھوں کی خوبصورتی آنکھ اوجھل کر دی تھی۔

”سارا قصور مزیب کا ہے۔“ اچانک ہی ماتھے پر مل ڈال کر وہ بڑبڑائی۔ اچھے بھلے سارے کپڑے واشنگ مشین میں دھلتے تھے جب ایک دن مزیب نے کہا۔

”میرے کاشن کے کپڑے نہ تو لاٹری میں دیا کرو نہ ہی مشین میں دھویا کرو ہاتھ سے دھویا کرو یا..... مشین میں کار لہجا ہو جاتے ہیں۔“ اور وہ میاں کی محبت میں گوڈے گوڈے عرق سات سالوں سے اس کے کاشن کے کپڑے گھر پر صرف میں بھگو کر دھوتی آرہی تھی۔

”غزل ٹھیک کہہ رہی تھی اسی وجہ سے تو میرے ہاتھوں کی اسکن چمکدار نہیں رہی بس اب کچھ بھی ہو جائے ماسی میں نے ضرور رکھی ہے۔“ ہاتھوں کی بدصورتی اتنی دماغ پر حاوی ہوئی کہ ہمیشہ کی طرح وہ اس عظیم شاور لیتی تھی وہ بھی لینے کو دل نہ چاہا۔ یوں ہی میلی کچی صوفے میں دھنسی رہی جب تک کہ عبداللہ نہ آ گیا۔

ماہنامہ پاکیزہ

چھٹی کے نام سے اکثر بڑے ماموں یعنی مالانے بڑے بھائی اسکول سے لے آتے تھے۔ وہ کالج میں پروفیسر تھے اور کالج اسکول کے نزدیک ہی تھا۔ عبداللہ کو چیخ کرانے کے بعد کھانا کھلایا اور پھر ادھر ادھر کی پھل پھلکی باتیں کرنے کے بعد تین بجے تک اسے سلا دیا۔ خود دوبارہ سے ماسی کیسے اور کہاں سے ڈھونڈوں جیسے اہم موضوع پر ذہن تھکانے بیٹھ گئی۔ اس کے آس پاس کے گھروں میں جو ماسیاں کام کرتی تھیں یا تو ان کے مالکوں نے یا انہوں نے خود ہری جھنڈی دکھادی تھی۔ ایسے میں اس نے مزیب کا ہی سرا نہیں کھایا تھا بلکہ دونوں بھائیوں سے بھی کہہ رکھا تھا کہ ماسی چاہیے حالانکہ امی نے تو کہا تھا کہ وہ اس تردد میں ہی نہ پڑے۔ چھوٹا سا گھر تھا اس کا اور گھر کے فرد بھی کون سا درجن بھر تھے کہ اس کے کاموں کی تعداد ناقابل برداشت ہوتی۔ اس لیے وہ تو ماسی رکھنے کا سوچے ہی ناں لیکن وہ جب ضد پر آجاتی تو پوری کر کے دم لیتی اور مزیب اسی بات سے بدگستاخا کہ کسی چیز کا خناس اس کے دماغ میں بیٹھے ہی ناں..... پھر وہ دنیا بھلا دیتی تھی اور ماسی رکھنے کا خناس بھی بھی نکلتا تھا جب تک ماسی رکھ نہ لیتی۔

ابھی بھی ذہن میں یہی ایک بات سوچتے سوچتے وہ نہ جانے کب اور کتنے گی خبر ہی نہ ہوئی۔

سازھے پانچ بجے کے قریب اچانک ہی آنکھ کھلی تو پتا چلا نہ صرف سرتاج آچکے ہیں بلکہ کافی بنانے کے چکروں میں ہیں۔ وہ ایک دم سے اٹھ کر بچن میں آگئی۔

”آپ آگئے؟“

”میرا خیال ہے“ آہی گیا ہوں تمہیں کیا لگ رہا ہے؟“ سوٹ چیخ کیے وہ براؤن شلوار سوٹ میں فریش فریش بولا۔ مالانے جھانکیاں ہی نہیں رک رہی تھیں۔

”جائے آپ باہر..... میں بتاتی ہوں۔“

”بالکل نہیں جلیہ ٹھیک کرو اپنا منہ ہاتھ دھوؤ، قسم سے میں نے تو پہچانا ہی نہیں آج بالکل بکھو مائی لگ رہی ہو۔“ وہ جب بھی غلیظ حلیے میں ہوتی مزیب اسے بکھو مائی ہی کہتا تھا۔ محلے کی مشہور و معروف ماسی اس

وقت بھی کہا تو ہونٹوں کے زاویے بگاڑ کر رہ گئی۔
”سارا دن گھر میں اپنا آپ جھونک کر دیکھیں تو جناب کو معلوم پڑے کہ شکل کیسی بن جاتی ہے.....!“
خانے سخت لہجے میں کہہ کر وہ بچن چھوڑ گئی۔ مزیب نے کافی حیرت سے اس کے کٹیلے تاثرات دیکھے تھے۔ کافی بن گئی تو دو گھنٹوں میں انٹریل کر وہ باہر لان میں آ گیا۔ گھسردی بہت زیادہ ہو رہی تھی لیکن اس نام دونوں یہیں بیٹھ کر چائے کافی انجوائے کرتے تھے۔ خصوصاً مالانے بہت مزہ آتا تھا اور یہاں اس نام بیٹھنے کی عادت بھی اسی نے ڈالی تھی مزیب کو پہلے پہل جب وہ سردیوں میں چائے پینے کے لیے یہاں بیٹھنے کی ضد کرتی تو مزیب کئی کئی بھانے بنا کر جان چھڑانے کی کوشش کیا کرتا۔

”یار سردی بہت ہے جم جائیں گے۔“

”کوئی نہیں..... یہ بھی کوئی سردی ہے سردی تو وہ

ہوتی ہے جب بندہ سوئٹر پہن کر بھی کپکپائے۔ یہ تو سردی کے نام پر شرمندگی ہے۔“ اور اس شرمندگی نما سردی میں بیٹھنے کی عادت مزیب کو پڑ ہی گئی۔ ابھی بھی دو منٹ نہیں ہوئے ہوں گے کہ وہ منہ ہاتھ دھوئے آئی نظر آئی کپڑے دھوئے تھے۔

”نہائی نہیں تم؟“ اس کے بیٹھے ہی مزیب نے گھرک کر پوچھا وہ ہنوز منہ بگاڑے رہی۔

”عبداللہ جاگ جائے گا تو وہ بھی پچھانے سے انکار کر دے گا۔“ مزیب نے ایک اور ڈراوا دیا۔ وہ بھنا ہی تو گئی۔

”اس کی محبت آپ کے جیسی نہیں ہے، گھڑی گھڑی رنگ بدلنے والی“ مزیب خوبصورت سی مسکراہٹ سجائے اس کا تنہا ہوا چہرہ دیکھتا رہا، ناک حسب معمول سرخ ہو رہی تھی اور دو دھیا گال بھی گلابیاں چھلکا کر اس کا دل بے ایمان کرنے پر تلے ہوئے تھے۔

”مزیب..... جتا ہے۔“ کافی کا گگ خالی کر کے وہ خنگی بھول بھال کر کچھ افسردگی سے بولی۔

”آج غزل آئی تھی۔“

”یہ کون سی نئی بات ہے وہ کس دن نہیں آتی؟“

”لیکن آج وہ میرا دماغ گھما گئی ہے۔“ مزیب نے خود کو بہ مشکل کہنے سے روکا ”وہ تو پہلے کا گھوما ہوا ہے۔“ لیکن خیریت چاہتا تھا سو چپ چاپ اس کی اگلی بات کا منتظر رہا۔

”میرے ہاتھ دیکھیں ذرا.....“ اپنے نازک سے ہاتھ شال میں سے نکال کر اس نے اچانک ہی مزیب کے سامنے کر دیے۔ جس نے کچھ نہ سمجھتے ہوئے اس کے دونوں ہاتھ نرمی سے تھام لیے تھے۔

”غزل منحوس کہہ گئی ہے اس کی ماسی کے ہاتھ میرے ہاتھوں سے پیارے ہیں یعنی میرے ہاتھ کام کر کے اتنے بھدے ہو گئے ہیں۔“ افسردگی کا یہ عالم تھا کہ آنکھیں تک نم ہوئی تھیں۔ مزیب نے ہونٹ چیخ کر اپنی عود آتی مسکراہٹ کا گلا گھونٹا اور اس کے دونوں ہاتھ آگے پیچھے سے بغور دیکھنے لگا کہ جن کے ناخن نفاست سے ترشے ہوئے تھے عام گھریلو عورتوں کی طرح کٹے پھٹے نہیں تھے۔

”یار بیوی.....“ گلا کھٹکھا کر مزیب نے اس کی دل جوئی کے الفاظ ترتیب دینے ”غزل اگر کہے گی خود کو خوبصورت بنانے کے لیے سر کے بل کھڑی ہو جاؤ تو تم یقیناً وہ بھی کر لو گی میری بھولی بیوی..... غزل جلتی ہے تم سے اس وجہ سے کہ گھر کے سب کام کرنے کے باوجود بھی تمہارے ہاتھ اتنے پیارے کیوں ہیں اور اس کے کام نہ کرنے کے باوجود بھی اتنے بھدے..... کیسے نکلے سے ہیں اس کے ہاتھ بھی غور کیا تم نے چوڑی شپ کی انگلیاں اور ناخن بھی چوڑے جیسے مردوں کے ہوتے ہیں۔“ اپنی دھن میں اس کی دل جوئی کرتا مزیب یہ بکسر بھول گیا کہ اس کے آخری جملوں پہ مالانے کے چہرے پر ایک بار پھر جلانی تاثرات سمٹ آئے تھے۔

”مزیب آپ..... آپ۔“ اپنے ہاتھ چھڑا کر مارے غصے کے وہ بھلا گئی۔

”آپ..... غزل کے ہاتھ اتنے غور سے دیکھتے ہیں اس کے ناخن انگلیاں تک آپ کو یاد ہیں اگر وہ خوبصورت ہوتے تو پھر آپ کتنی غور سے دیکھتے۔“ مزیب کی جان عذاب میں آگئی بالوں میں انگلیاں پھنسا

رہا تھا۔ مالا بس اب کہ تب حسب سابق رونے ہی والی تھی اور مزید تھا کہ پچھتاؤں سے لپٹا جا رہا تھا۔
 ”یار..... وہ بات کرتے ہوئے اپنے ہاتھ اتنے ہلاتی ہے کہ بندے کی نگاہ اس کے ہاتھوں کے علاوہ کہیں اور جاتی ہی نہیں تم شرم کرو ذرا..... مجھ جیسے شریف فرمانبردار شوہر پر شک کر رہی ہو۔ اگر میں غزل کے ہاتھوں کے بجائے اس کا سولہ سگھار کیا چہرہ دیکھتا تو پھر.....؟ میری رگ رگ سے واقف ہونے کے باوجود بھی تم نے ایسا کیوں کہا؟ دنیا کی سب سے پیاری لڑکی بطور بیوی اللہ نے مجھے عطا کی ہوئی ہے اور میں اس سے نظریں چرا کر باہر منہ ماری کروں گا..... بے وقوف۔“
 مزید نے نہایت نرمی سے اس کے آنسو پونچھ کر حسب ڈیوٹی موڈ بحال کیا تھا۔

”اچھا چھوڑیں اس بات کو..... آپ مجھے ملازمہ رکھوادیں گے یا نہیں.....؟“
 ”یار کہہ تو رکھا ہے ہر کسی سے اب تم کہو تو اخبار میں اشتہار دے دوں؟“ شکر تھا کہ اس جملے پر وہ ٹھیکسی نہیں بنی تھی ورنہ تو موڈ آف کرنے کے لیے بہانہ درکار ہوتا تھا۔
 عبداللہ کے جاگ جانے پہ دونوں اٹھ کر اندر آ گئے تھے۔

☆☆☆

اور اب تو یوں لگتا تھا جیسے دن عید تو راتیں شب برات ہو گئی ہوں۔ رانو کی آمد کیا ہوئی مالا صاحبہ دونوں میں ہی کچھ زیادہ ٹھہر گئیں۔ اپنے آپ سے جتنا پیار رانو کے آنے کے بعد ہوا شاید ہی پہلے بھی ہوا ہو۔ بڑی بھائی کی کسی سہیلی کے توسط سے رانو اس کے گھر میں بطور ملازمہ اپائنٹ کیا ہوئی زندگی ہی سنور گئی۔ تیس تیس کے لگ بھگ جی بھر کے کالی موم نے موم نے نقوش کی حامل بات بے بات قہقہہ مارنے میں مشہور رانو جس روز آئی اسی رطلہ مزہ اور بھائیوں نے فون کھڑکا کر مبارک باد دی اور غزل دوڑی دوڑی چلی آئی اور آتے ہی رانو کو دیکھ کر ٹھنک بھی گئی۔
 ”ارے یہ..... یہ نوکرانی ہے تمہاری؟“

”ہاں جی۔“ اس روز مالا کی باجیس اتنی پھیلی رہیں مارے خوشی کے کہ دوبارہ صبح ہیٹ پر آتا ہی بھول گئیں۔
 ”تمہیں کیا لگ رہی ہے؟“
 ”ایتھو پیسا سے امپورٹ کی ہے کیا؟“ غزل کا لہجہ تمسخرانہ تھا مالانے تپ کر اسے گھورا۔
 ”ایتھو پیسا سے چاہے صومالیہ سے تمہیں کیوں تکلیف ہو رہی ہے۔“
 ”مجھے تو خوشی ہو رہی ہے میری ماسی کے مقابلے میں تو تمہاری جھدارنی لگتی ہے، بھی میں تو اس بات کی بہت زیادہ قائل ہوں کہ گھر کی نوکرانی کو قابل برداشت شکل کا ہونا چاہیے..... گھر آئے مہمانوں پر مالکوں کا اچھا اثر پڑتا ہے اور تمہاری نوکرانی کو دیکھ کر طبیعت خراب ہو گئی ہے۔“

”نوکرانیوں کو قابل برداشت شکل کا ہونا چاہیے۔“ مالانے بالکل اس کی طرح ہونٹ بگاڑ بگاڑ کر نکل اتاری۔
 ”پھر شوہروں سے بھی ہاتھ دھو لینا چاہیے ہے ناں..... اور آج کے بعد میری نوکرانی پر ایسے ریمارک پاس کرنے کی جرات گھر بھول آنا جیسی بھی ہے مجھے گوارا ہے میں نے اس سے گھر کا کام کروانا ہے ماڈلنگ نہیں اور اگر اس کو دیکھ کر تمہاری طبیعت خراب ہو گئی ہے تو اس سے بڑی خوشخبری کوئی نہیں، پھر تم میرے گھر آنا چھوڑ دو گی۔“ مسکرا کر اس نے غزل کو خون کے گھونٹ پینے پر مجبور کیا۔ غزل کڑے تیور لیے رخصت ہوئی تھی۔

جس روز رانو کی سواری باہر بھاری آئی مزید نے اس کا کھلکھلاتا چہرہ دیکھ کر ازراہ شرارت کہا۔
 ”شام میں گرینڈ پارٹی نہ رکھ لیں جس کو نہیں پتا اس کو بھی پتا چل جائے گا کہ سزا ملا مزید آفندی ایک عدد ملازمہ کی مالک ہو گئی ہیں۔“
 ”مذاق اڑائیے اور زیادہ اڑائیے لیکن آج میں اپنا موڈ خراب نہیں کروں گی کیونکہ میں واقعی بہت خوش ہوں۔“ اس نے فراخ دلانہ انداز اختیار کیا۔ مزید نے خواہ مخواہ بے ہوش ہونے کی ایکٹنگ کی تھی۔
 بہر حال پہلے روز رانو صاحبہ صرف انٹروڈکشن لینے اور دینے آئی باضابطہ آمد دوسرے دن تھی اور یہ دوسرا

دن مالا کی زندگی کا بے تحاشا خوبصورت دن تھا۔
 رانو..... بہت پھرتی لگی جن کاموں میں مالا کے سہی کھنے خرچ ہو جاتے تھے وہی کام رانو نے افسانوی ہیروئن کے مانند جھٹ پٹ ساڑھے دس بجے تک کر لیے۔ صرف پونچھا لگانا باقی تھا۔ رانو کا اس چھوٹی سی مالکن کے گھر پہلا آزمائشی دن تھا۔ سو اس نے جھاڑ پونچھ کرنے میں جان ایک کر دی یہی نہیں جس رفتار سے اس کے ہاتھ چلے اسی رفتار سے زبان بھی۔ ان چند گھنٹوں میں اس نے مالا کو اپنا مکمل بائیو ڈیٹا ہی نہیں بلکہ جن دو تین گھروں میں کام کرتی تھی ان کی بھی ہسٹری کھول کر بتا دی۔ چونکہ پہلا دن تھا سو مالانے مزو دیا بھی نہ ٹوکا کہ ”بہن..... باتیں کم بگھاؤ تمہارے بولنے سے خلجان ہو رہا ہے۔“ بلکہ اخلاقاً مسکراہٹ سجائے رہی۔

رانو نے جب تک پونچھا لگایا..... اس نے اپنے چہرے کی کلیننگ اسکریننگ کر ڈالی۔ فارغ ہوئی تھی۔ رانو کے جانے کے بعد اس نے لمبی تان لی کہ آج کھانا پکانے کا جنجنٹ بھی نہیں تھا۔ بڑے بھیمانے عبداللہ کو اسکول سے اپنے گھر لے جانا تھا آج ان کے بچے قریبی تفریحی اسپاٹ پر سیر کی غرض سے جا رہے تھے اور ایسے موقع پر عبداللہ ضرور ساتھ ہوتا تھا۔ مزید نے بھی سچ کرنے نہیں آنا تھا سو وہ اکیلی کچھ بھی کھا کر گزارہ کر سکتی تھی بجائے چولھے کے آگے کھڑے ہو کر تازی تازی اسکریننگ کے آثار مٹانے کے سولہی تان کر سوتی۔

☆☆☆

شام پانچ بجے کے قریب اس کی آنکھ کھلی تھی، لمبی لمبی جمائیاں لگتے ہوئے آئینے کے سامنے جا کھڑی ہوئی خیرت انگیز طور پر اپنا آپ نیا نیا سا محسوس ہوا تھا کوئی بات ہے.....
 عبداللہ اور مزید کے آنے سے قبل وہ تازہ دم ہی نہیں بلکہ یوں تک سک سے تیار ہو گئی تھی گویا کہیں جانا ہو سات بجے کے قریب ڈور تیل کی وہ نئے احساسات میں گھری گیٹ کی طرف پلکی تھی، مسکراہٹ سجا کر گیٹ کھولا سامنے ہی مزید اور عبداللہ موجود تھے۔ اس پر نگاہ پڑتے ہی مزید کے ہونٹ واؤ کہنے کے انداز میں

سکڑ گئے۔
 ”آگیا میرا جانی!“ جھپٹ کر عبداللہ کو اٹھالیا جو اسے دیکھ کر خوشگوار حیرت میں گھرا ہوا تھا۔
 ”کیسی رہی سیر..... مزہ آیا تھا؟“ وہ اسے اٹھائے اٹھائے اندر لے آئی۔ پیچھے مزید بھی معنی خیز نظریں دارتا آ گیا۔
 ”اور گاڑی کہاں گئی..... پیدل آئے آپ دونوں کیا؟“

”تو مام..... ٹیکسی پر..... گاڑی نانو کے گھر نانو نے ڈاکٹر کے پاس جانا تھا ناں..... ماموں کی گاڑی واپس آتے ہوئے خراب ہو گئی تھی۔“ عبداللہ سے تفصیل سن کر وہ سیدھی کھڑی ہوئی۔
 ”اور میرے بیٹے نے کھانا کھانا ہے کیا؟“
 ”جی نہیں بالکل نہیں اتنا کھایا اتنا کھایا پورا پیٹ بھر گیا۔“ وہ کھلکھلا کر ہنس دی۔ مزید نے گہری نظریں اس کے چہرے پر جمائے رکھیں۔ نظروں کا مفہوم اور دارنگی جان کر وہ اچھی خاصی گھبراہٹ میں جھلا ہو رہی تھی۔
 ”پاپا..... دیکھیے ناں ذرا ماما کتنی پیاری لگ رہی ہیں۔“ ایک تو گھبراہٹ کا یہ عالم اور پر سے عبداللہ نے مزید کا بازو دھلا دھلا کر دونوں شوق سے کہا تو وہ مزید سمٹ گئی کہ مزید کچھ مزید پھیل کر دیکھنے لگا تھا۔
 ”بالکل دلہن دلہن سی لگ رہی ہیں ہے ناں پاپا؟“

اور ماما نے اس زور سے قہقہہ لگایا کہ وہ شرماتا اور مانا بھول کر خفا سی ہو گئی۔
 ”پائل کس طرح جناب..... ہم انکار کر سکتے ہیں کیا خیال ہے..... اس دلہن دلہن سی ماما کے لیے نیا دلہانہ لے آئیں؟“
 ”مزید.....!“ وہ چیخی تھی، مزید نے جھٹ کان پکڑ لیے۔ ”عبداللہ کے سامنے فضول ہانک رہے ہیں آپ۔“
 ”سوری جانم..... کیا کریں تم پیاری ہی اتنی لگ رہی ہو کہ ہم بے قابو ہو گئے.....“
 ”لگ رہی ہو کیا مطلب میں ہوں ہی پیاری۔“

اس نے اٹھلا اٹھلا کر مزید کارہا سہا سکون بھی غارت کیا۔ وہ ایک ننگ اس کے نازدندانہ دیکھتا رہا تھا۔
 ”مان لیا..... لیکن آج کا سارا کریڈٹ رانو کو جاتا ہے اب تو مجھے انوس ہو رہا ہے کہ گزشتہ سات سال ملازمہ کے بغیر کیوں گزار دیے۔ اچھا ایسا ہے کہ گاڑی آجائے پھر آؤنگ کے لیے باہر چلیں گے ڈنر بھی تمہاری پسند کا۔“ عبداللہ اپنے کمرے میں چلا گیا۔ سو فضا موافق دیکھ کر مزید نے اس کی نازک کمرے کے گرد بازو پھیلا کر اسے خود سے قریب کیا تھا جو یوں نروس ہو رہی تھی جیسے کل بیاہ کر آئی ہو۔

☆☆☆

تو اتار سے بھتی کال بیل یہ بتا رہی تھی کہ آنے والا اس پر چڑھ کے بیٹھ گیا ہے سو جلد از جلد گیٹ کھول کر نہ صرف اپنی ساتوں پر رحم کیا بلکہ اس کی بھی جان خلاصی کروائی جائے۔

پہلے پہل تو گہری نیند میں ڈوبے مزید کو کچھ سمجھ میں نہ آیا کہ یہ کال بیل ہے یا صور اسرائیل..... اس خیال سے کہ کہیں روز محشر تو نہیں آ گیا اس کی آنکھیں پٹ سے دا ہوئی تھیں۔ چند لمبے کال بیل اور صور اسرائیل میں فرق سمجھتے کٹ گئے پھر جب ہتھوڑے سے سر پر بچنے لگے تب اندازہ ہوا کہ کسی پر آفت آگئی ہے۔

”یہ اتنی صبح کون آ گیا میری نیند کا دشمن بن کر۔“ بڑبڑاتے ہوئے اس نے بستر چھوڑا۔ قریب سوئی مالا کی گہری نیند میں سر موٹو فرق جو آیا ہو۔ چپل اڑس کر وہ بہ مشکل گھسٹا گیٹ تک پہنچا۔ جتنی جھنجھلاہٹ سے گیٹ کھول کر اس نے سامنے نظر اٹھائی تھی اتنی ہی محبت سے رانو نے پیلے دانتوں کی نمائش کرنے کے بعد سلام کیا تھا۔

”تم.....؟“ اس کی آواز نہ نکل سکی رانو نے دانتوں کی نمائش جاری رکھی۔

”جی صاحب جی..... آپ کو یقین کیوں نہیں آرہا میری شکل بدل گئی ہے کیا؟“ اس نے ہلکے ہلکے مزید کڑوے گھونٹ بھرتا ایک طرف کو ہو گیا۔ اس کے اندر آنے کے بعد گیٹ بند کر کے وہ تن فن کرنا واپس

ماہنامہ پاکیزہ

بیڈروم میں گیا تھا اور آن کی آن میں ریشی لحاف میں بے خبر لیٹی مالا کو سمجھوڑ ڈالا وہ ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھی۔
 ”کیا ہوا مزید کیا ہوا..... زلزلہ تو نہیں آیا؟“
 ”زلزلہ ہی آیا ہے رانو نام کا..... جا کر دیکھو اتنی صبح صبح چوری کرنے تو نہیں آگئی۔“ مزید کہہ کر سر تکانا لحاف اوڑھ کر سونے کی کوششوں میں لگ گیا۔ وہ کچھ نہ سمجھتے ہوئے داش روم میں گھس گئی تھی۔ دو چار چھپا کے مار کے بہ سرعت باہر گئی کہ جہاں رانو صاحبہ خود بھی لگتا تھا نیند سے اٹھ کر سیدھی یہاں آگئی تھی۔ جھاڑ جھنکار پال اور غلیظ آنکھیں صبح صبح کر اعلان کر رہی تھیں وہ بری طرح سے کھول کر رہ گئی۔ ابھی بہ مشکل ساڑھے چھ ہی تو بچے تھے۔

”بنا منہ دھوئے ہی تم چلی آئیں اتنی صبح آئے کا مقصد کیا ہے؟“ وہ بہ مشکل غصہ دبا پائی۔

”باجی جی..... آپ کے علاوہ مجھے تین چار گھروں میں جانا پڑتا ہے آٹھ بجے یہاں آؤں تو گیارہ بجے ہی جاتے ہیں دوسرے گھروں میں رات ہو جاتی ہے وہ مالٹیں الگ ڈالتی ہیں کہ اتنی دیر کیوں لگاتی ہو۔ آپ کو میرا اتنی سویرے آنا گوارا نہیں تو جی ایک گھر کا کام کر کے آپ کے پاس گیارہ بجے آیا کروں.....؟“ یہ بھی مالا کو گوارا نہیں تھا۔ گیارہ بجے تک گندے پڑے برتن اور میلا گھر کہاں برداشت ہو سکتا تھا۔

”اچھا ٹھیک ہے ابھی تم باقی گھر کی صفائی کرو مزید اور عبداللہ جاگ جائیں تو ان کے کمرے آخر میں صاف کر دینا۔“ ایسی جھانی لے کر اس نے ہدایات جاری کیں رانو جی اچھا کہتی کام میں لگ گئی۔

”سنو.....“ رانو کے وجود اور کپڑوں سے اٹھتی ناگوار بو کے بھسوکے پورے لاؤنج میں پھیلے ہوئے تھے۔ ناک سکوڑ کر اس نے پکارا تو برش پھیرتی رانو ہاتھ روک کر سوالیہ نظروں سے اسے دیکھنے لگی۔

”تم..... اس سال تو نہا ہی لوگی ناں؟“ بڑی لجاجت سے اس نے پوچھا تو رانو کا مردوں کو جگانا تہمتہا حواس جھنجھا گیا۔

”یہ کیا بات ہوئی باجی جی.....؟“

”بس ایسے ہی میں نے کہہ دیا اچھو نیلی..... تمہیں دیکھ کر یوں لگتا ہے جیسے تم سال بھر میں صرف تین بار ہی نہانی ہوگی۔“

”ادھی.....“ رانو کے قہقہے رکنے میں نہیں آرہے تھے۔ مالا کو گمان گزرا اسی رفتار سے اس کے قہقہے جاری رہے تو مزید کے ہاتھوں مالا کی پٹائی آج ہو کر رہے گی یوں بھی آج کل وہ خوب طیش زدہ سا پھر رہا تھا صرف اور صرف رانو کی وجہ سے۔

”آپ بڑی مزاتی ہو باجی جی..... سردیوں میں میں جی جی ایک دو بار ہی نہانی ہوں۔“ مالا صدمے میں گھر گئی سن کر..... دل تو بہت چاہا کہہ دے تمہاری بو سے تو یوں محسوس ہو رہا ہے جیسے تم گرمیوں میں نہیں نہانی ہو لیکن پھر رانو کے دہشت ناک قہقہوں سے گھبرا کر بچن میں گھس گئی۔

جب تک اس نے لٹچ باکس تیار کیا عبداللہ اور مزید کا ناشتا بنایا..... رانو صاحبہ جھاڑو دے کر فارغ بھی ہو گئیں یہی نہیں بچن میں آکر رات کے پڑے برتن سنک میں دھونے لگی پورا بچن اس کے آنے سے مہک اٹھا تھا مالا سے وہاں ٹھہرنا دو بھر ہونے لگا۔

”رانو..... یہ برتن اٹھا کر پھیلے مچن میں بنے کھرے پر دھو آؤ یہاں تم بچی ہوئی چیزیں بھی سنک میں پھینکتی جا رہی ہو پائپ بند ہو گیا تو نئی مصیبت گلے پڑ جائے گی۔“ چہرے کے تاثرات چھپا کر اس نے رانو کو بچن سے دور بہت دور کرنے کا سوچا کہ عبداللہ اور مزید یہیں بچن میں رکھی ڈائننگ ٹیبل پر بیٹھ کے ناشتا کرتے تھے اور دونوں نے ہی رانو سے ہیر بانڈھ رکھا تھا۔

تھوڑی دیر بعد وہ دونوں بھی جاگ گئے اور ابھی مزید اور عبداللہ ٹیبل پر آ کر بیٹھے ہی تھے کہ رانو ہاتھ پوچھتی آگئی۔

”برتن دھل گئے جی۔“
 ”ہائیں اتنی جلدی.....؟“ مالا بے یقین ہوئی۔
 رات غزل اپنی ساس اور نند کے ہمراہ اس کے گھر کھانے پر انوائٹڈ تھی۔ دعوت کے حساب سے برتن بھی

استعمال ہوئے اور رانو ایسی چابکدست کہ روزانہ والے ٹائم پہ برتن دھو بھی آئی۔

”دوسری شفٹ تمہیں لگانی پڑے گی۔“ سر جھکائے جھکائے مزید نے کہا اور سچ ہی کہا وہ اتنے خراب دھوتی تھی کہ پتیلیوں پہ دودھ پتی یا سائن وغیرہ ضرور لگا رہتا ایسے میں اس کی نفاست پسند طبیعت ہفتے بعد ہی جاگ اٹھی۔ پہلے پہل تو مردوتا ہی رانو کو نہ ٹوکا کہ برتن صاف نہیں دھلے ہوتے رگڑ کے دھویا کرو اور ہاتھ مار مار کے کھنکالا کرو کہ سوکھے پر صابن جوں کا توں سفید دھووں کی صورت لگا رہتا ہے بلکہ خود ہی کڑھ کڑھ کر دوبارہ دھو لیتی تھی۔ آج بھی اس نے یقیناً مشینی ہاتھ مارا تھا کہ برتن سیکنڈ زمیں دھل بھی گئے۔

”اگلے دو دنوں تک یہ نہا کر نہ آئے تو پھر چھٹی کر داس کی۔ ایمان سے صبح و شام گھر میں اس کی مہک محسوس ہوتی ہے گھر آنے کو دل ہی نہیں کرتا۔“ آفس جانے سے قبل مزید نے سخت سے انداز میں اس سے کہا۔ وہ میسٹی سے صورت بنائے سر بہواڑے رہی۔ رانو کی ہر برائی اس کے گلے کا طوق بنا کر لٹکانی جانے لگی تھی۔ مزید کی دیکھا دیکھی عبداللہ بھی ”ماما آپ کی نوکرانی یہ..... آپ کی نوکرانی وہ۔“ کہہ کہہ کر اعتراض کرنے لگا تھا وہ مجرم ہی ہر اعتراض سے جاتی۔

ان دونوں کے آفس اور اسکول رخصت ہو جانے کے بعد رانو نے دونوں کے بیڈرومز بھی مشینی انداز میں صاف کیے اور ہاتھ پوچھتی سلام باجی کہتی اڑن چھو بھی ہوئی۔ پیچھے اس کی شفٹ شروع ہو گئی تھی۔ برتن دوبارہ دھونے اور بیڈرومز دوبارہ صاف کرنے کی۔

☆☆☆

”چار دن کی چاندنی اور پھر اندھیری رات۔“ رانو کی آمد کے ایک ہفتے بعد مالا کو اس جملے پر صدنی صد یقین آ گیا۔ صرف جملے کی سچائی پر ہی نہیں بلکہ اس بات پر بھی کہ یہ جملہ صرف اور صرف اس کے لیے ہی شاعر صاحب کے ذہن سے وار د ہوا ہے۔

چار پانچ دن تک رانو نے اپنی اور اپنے کام کی خوب واہ واہ سمیٹی..... بعد ازاں انتہائی چپ چاپتے

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام کی پیشکش

یہ شمارہ پاک سوسائٹی ڈاٹ کام نے پیش کیا ہے

ہم خاص کیوں ہیں :-

- ✦ ہائی کوالٹی پی ڈی ایف فائلز
- ✦ ہر ای بک آن لائن پڑھنے کی سہولت
- ✦ ماہانہ ڈائجسٹ کی تین مختلف سائزوں میں اپلوڈنگ
- ✦ سپریم کوالٹی، نارمل کوالٹی، کمپریسڈ کوالٹی
- ✦ عمران سیریز از مظہر کلیم اور ابن صفی کی مکمل ریج
- ✦ ایڈ فری لنکس، لنکس کو میسجے کمانے کے لئے شرٹک نہیں کیا جاتا
- ✦ ہر ای بک کا ڈائریکٹ اور ریڈیو م ایبل لنک
- ✦ ڈاؤنلوڈنگ سے پہلے ای بک کا پرنٹ پر یو ہر پوسٹ کے ساتھ
- ✦ پہلے سے موجود مواد کی چیکنگ اور اچھے پرنٹ کے ساتھ تبدیلی
- ✦ مشہور مصنفین کی کتب کی مکمل ریج
- ✦ ہر کتاب کا الگ سیکشن
- ✦ ویب سائٹ کی آسان براؤسنگ
- ✦ سائٹ پر کوئی بھی لنک ڈیڈ نہیں

We Are Anti Waiting WebSite

واحد ویب سائٹ جہاں ہر کتاب ٹورنٹ سے بھی ڈاؤنلوڈ کی جاسکتی ہے

↳ ڈاؤنلوڈنگ کے بعد پوسٹ پر تبصرہ ضرور کریں

↳ ڈاؤنلوڈنگ کے لئے کہیں اور جانے کی ضرورت نہیں ہماری سائٹ پر آئیں اور ایک کلک سے کتاب

ڈاؤنلوڈ کریں

اپنے دوست احباب کو ویب سائٹ کا لنک دیکر متعارف کرائیں

WWW.PAKSOCIETY.COM

Online Library for Pakistan



Like us on
Facebook

fb.com/paksociety



twitter.com/paksociety1

تو قدرے توقف کیا کچھ کہتے ہوئے مروت
گنا کہنا بھی ضروری تھا سو گلا کھنکھار کر
کے چہرے کو دیکھا کہ جس
کہ ہوئی تھی۔ مالا

بوسیو پیٹنٹس

JANSONS کے مشہور کمپاؤنڈز

NEPHRIL نیرل

گردہ و مثانہ کی پتھری کو ریزہ ریزہ کر کے
بغیر آپریشن پیشاب کے ذریعے خارج کرنے والی دوا
نیز یوریک ایسڈ کی زیادتی اور پیشاب کے جملہ امراض کی موثر اور مفید دوا ہے۔

HAEMRIL ہیرل فورٹ ٹیلیس

خونی و بادی بو اسیر کی موثر دوا نیز
بو اسیری خون کو روک کر متوں کو جلد از جلد ختم کرتی ہے
اس کے علاوہ پرانے قبض کے لیے بہت موثر دوا ہے۔

کاروباری رابطہ:

اسٹیمارکٹنگ 0321-6326451 / 061-4784078 ہومیوپاٹھ بونہ بازار 051-5535435

راولپنڈی: سرمدیو چنگ شہر صحت ریسرچ سوسائٹی، اسلام آباد: شاہین ہوسٹل، اقبال ہوسٹل، شہر جہلم
: نام ہوسٹل، دینہ شاہ ہوسٹل، میو پیو خاص، آزاد کشمیر: حسن ٹوریز، نیکل سوسائٹی، اہو، بس بس نگر
042-6369261 - راجی، سیم اندر، سوسائٹی، آزاد پور، 021-2810777 - سندھ، نیکل سوسائٹی، جہلم
میڈیکل کونسل، رام پور، حیدرآباد: بھٹنہ، درخان، جرن، ہوسٹل، نواب شاہ، سندھ، ریسرچ سوسائٹی، اہو، شہر درخان

کردانی وہ آپ سے ہی باہر ہو گیا۔
”مام آپ نے اس سے کیوں کردانی صفائی
میرے برڈز کے ڈبے پہلے اتنے بدبودار نہیں تھے جتنے
اب ہو گئے ہیں بلکہ میرے سارے برڈز یوں ست
ہورے ہیں جیسے انہوں نے کلوروفارم سوکھ لیا ہو۔“
”بیٹے رانو کو کلوروفارم ہی کہا کرو..... کیا نہیں سمجھتا
کیوں بے ہوش نہیں ہوئے بالخصوص آپ کی ماما۔“
مزید نے عبداللہ کا ساتھ دے کر اس کے غصے کو مزید
ہوادی تھی۔

اپنے ظاہری حلیے کی خوبیوں کی طرح وہ آہستہ
آہستہ کام بھی یوں کرنے لگی کہ مالا کا دیکھ کر بی بی شوٹ
ہونے لگا۔ جھاڑو وہ یوں لگاتی جیسے ہوا میں لگایا ہو.....
ابھی شروع ابھی اینڈ۔ کونے جوں کے توں گرد آلو.....
چھتیں جالے زدہ..... اور مالا کے لاکھ کہنے پر بھی اس
نے روز روز صوفے کھکانے کی مشقت سے بھی انکار
کر دیا تھا۔ نتیجتاً اس کے گھر کی مشہور زمانہ صفائی پر حرف
آنے لگا۔ خود وہ آدھان صفائی کے نام پر خرچ کر دیتی
تھی اور ایک رانو تھی..... ایک گھنٹے میں جھاڑو پونچھے
سے فارغ ہوتی تھی دھلائی تو اس کے بائیں ہاتھ کا
کھیل تھا دھوئے جانی بجائے جانی اور بجانے کے عمل
میں کسی نہ کسی کپ گلاس پریج کی شہادت بھر لازی
ہوتی۔ مالا ڈہری مصیبت کا شکار ہو گئی تھی۔

☆☆☆

اس روز اچانک ہی امی بڑی بھابی اور رملہ
آگئیں۔ صبح کا ہی نام تھا مزید اور عبداللہ کو آفس
اسکول سی آف کرنے کے بعد وہ رانو کے ہوائی جھاڑو
کی صفائی ٹھنڈی آہیں بھر بھر کے برداشت کر رہی تھی
جب امی لوگوں کی آمد ہوئی۔ صد ماتی کیفیت بھول
بھال وہ لہجوں میں کھل گئی۔
”ہم نے کہا..... تم تو ٹھہریں مہارانی گھر سے باہر
نکلنا پسند کرتی ہو ہم ہی حاضر ہو جائیں تمہاری قدم بوسی
کی خاطر ثواب ملے گا۔“ بڑی بھابی نے گلے لگتے ہی
شکایت نامہ سنا ڈالا۔
”حالانکہ اب تو تم ملازمہ والی ہو گئی ہو یعنی

اپنی اسی جون میں لوٹ آئی کہ جو اس کا خاصہ تھی۔ مالا کو تو
خوشگوار دنوں کی خوشگواریت محسوس کرتے شاید ہی بھی پتا
چلتا یہ تو مزید اور عبداللہ نے اس کی توجہ اس جانب
دلائی کہ ”رانو ضرورت سے زیادہ غلیظ رہتی ہے۔“ تب
اس نے رانو کا ایک سرے کیا اور سچ سچ فریضہ ہو گئی۔
یہ ٹھیک تھا کہ شکل اللہ کی عطا کردہ تھی لیکن اس شکل
کی صفائی ستمرائی کرنا تو اس کی اپنی ذمے داری تھی اور
رانو تھی کہ صفائی کے معنوں سے ہی ناواقف.....
دوسروں کے گھروں کی جھاڑ پونچھ کرنے والی خود اتنی
غلیظ کہ دیکھ کر ہی جی متلانے لگتا۔ جو کپڑے وہ مالا کے
گھر پہلے روز زیب تن کر کے آئی تھی وہی ابھی تک
لٹکائے ہوئے تھے حالانکہ ڈیزھ مہینہ ہو چلا تھا۔ سر کے
بال تھے تو وہ کچھڑی بدن سے اتنی بدبو اتنی ناقابل
برداشت کوئی بندہ پاس بیٹھ کر حال احوال بھی نہ کر سکے
اور خود وہ ایسی اخلاقی کہ مالا جس صوفے بیڈ پر بیٹھی
ہوتی اسی پر آتی تھی..... ایک دو بار مزید کی نظر پڑ گئی
بعد میں اس نے مالا کا خوب ریکارڈ لگایا۔
”میرے قریب نہ آیا کرو تم سے رانو کی بو آتی
ہے۔“

اس نے لاکھ کہا ”رانو پیاری..... ہفتے میں نہ سہی
پندرہ دنوں میں ایک بار نہ لیا کرو بلکہ میرے ہاتھ روم
حاضر ہیں یہیں نہ لالو میں برا نہیں مانو گی۔“ وہ ہنس کر
مال جاتی۔
”باجی اتنے گھروں میں کام کرتی ہوں گھر جاتی
ہوں تو مغرب ہو رہی ہوتی ہے بس پھر سونے کے علاوہ
اور کسی کام کا دل نہیں کرتا۔“ یہ اس کی رٹی رٹائی
وضاحت ہوتی تنگ آ کر مالا نے اس سے کہہ کر اپنے
الفاظ گوانا ہی چھوڑ دیے۔

مزید اور عبداللہ کو تو اس سے چڑھ گئی تھی۔ مزید
گھر آتے ہی ”اس کو نکالو..... اس کی سدا بہار مہک گھر
سے نکلنے کا نام ہی نہیں لیتی گھر مہانوں کی آمد کے قابل
نہیں رہا.....“ کاراگ الاپنا شروع کر دیتا..... یہی
حال عبداللہ کا تھا۔ ایک روز مالا نے رانو سے اس کے
تیتروں، چکوروں اور قاتخاؤں والے ڈبے کی صفائی کیا

ماہنامہ پاکیزہ

فراغت ہی فراغت پھر بھی مہینوں بعد شکل دکھاتی ہو۔“
 رملہ تو تھی ہی شکایتیں کرنے میں ٹرینڈ..... شروع
 ہوئی، مسکراہٹ سجائے وہ انہیں لاؤنج میں لے آئی۔
 جہاں رانو مصروف عمل تھی۔ تینوں مہمان خواتین نے
 بغور اس کا جائزہ لیا۔ رانو نے حسب عادت تہقہ برسا کر
 سلام دعا کا آغاز کیا اور کام چھوڑ چھوڑ صوفے کے قریب
 قالین پر بیٹھ کر حال احوال کرنے لگی۔ رانو کی یہاں
 باضابطہ آمد کے بعد مالا کے میکے والوں کی یہ طویل
 عرصے کے بعد آمد تھی سو وہ رانو میں نکلے پھول ستاروں
 سے ناواقف تھیں تب ہی تو ان کا متوقہ قری ایکشن سوچ
 کر مالا کی حالت غیر ہونے لگی۔ بیشتر اس کے کہ رانو
 کو چلنے کرنے کے لیے وہ کوئی مردت بھرا بہانہ سوچتی کہ
 امی لگی پٹی رکھے بغیر بول اٹھیں۔

”اچھا اچھا..... باقی حال بعد میں پوچھ لینا ابھی
 جا کر کام ختم کرو۔“ رانو کو طبعی امید نہیں تھی اتنی حلیم طبع
 بیٹی کی ماں اتنی سخت گیر ہوگی۔ سو موٹے ہونٹوں کو مزید
 موٹا کیے وہ بے دلی سے اٹھ کھڑی ہوئی۔
 ”بھئی..... یہ نمونہ کہاں سے ملا؟“ بڑی بھابی ابھی
 تک رانو کے جتنی تہقہوں کے ذرا اثر تھیں چہرے کے
 زاویے بگاڑ کر انہوں نے استفسار کیا تو وہ پھلکی ہنسی ہنس
 دی۔ رانو لاؤنج کی ہی صفائی کر رہی تھی امی اور رملہ
 کڑی نظروں سے اسے دیکھتی رہیں کہ جو قارغ ہو کر
 باہر بھی چلی گئی تھی۔

”مالا.....“ اس کے جاتے ہی امی کی سخت بیکار پر وہ
 ان کی جانب متوجہ ہوئی اور بوکھلا سی گئی۔ امی کے تیر
 تاسف بھرے ہی نہیں قدرے جارحانہ بھی ہو رہے
 تھے۔
 ”ناں..... تم اتنی سہل پسند کب سے ہو گئیں کہ
 پورے کا پورا گھر اس بد بو کی کھڑکی پر چھوڑ دیا یہ سواری
 ڈبی صفائی کے نام پر جو جھاڑو خلا میں پھیر کر گئی ہے وہ
 تمہیں مطمئن کیسے کرتی ہے..... غضب خدا کا۔“ کہہ کر
 انہوں نے باقاعدہ صوفے کے اوپر سے ایک کرسی صوفے
 کے پیچھے موجود گردوٹی کی اجارہ داری دیکھی۔ رملہ اور
 بھابی نے بھی ان کی تقلید میں ایک کر دیکھا تھا اور بالکل

امی کی ہی طرح نروٹھی سی شکل بناتی تھی۔ مالا کے لاکھ
 پر بھی رانو نے گزشتہ کئی روز سے صوفے کھسکا کر ان
 پیچھے یا نیچے جھاڑو پھیرنا چھوڑ رکھا تھا۔ نتیجتاً مٹی
 جالے آزادانہ پر دان چڑھنے لگے۔
 ”تم سے برداشت کیسے ہو رہا ہے یہ گردوغبار
 گھر کی شکل ہی بگڑ گئی ہے لگتا ہی نہیں یہ میری کسی بیٹی
 گھر ہے ارے اس رانو کو لالاٹ تو نہیں کر دیا۔“
 ”امی.....“ وہ منمننا کر رہ گئی ”رانو کے جانے
 بعد میں خود دوبارہ سے صفائی کرتی ہوں۔“
 ”ماں.....“ مارے تحقیر کے ماں بہن اور بھابی
 آنکھیں پھیل گئیں ”میری بیٹی..... یہ کیسی نوکرانی رکھ
 تم نے؟ جسے خالی تنخواہ دیتی ہو اور کام خود کرتی ہو کیوں
 بھلا..... مزید بیٹے کی کمائی درختوں پر اگنے لگی ہے کہ
 جو لٹانے کے لیے ایسی نوکرانی پکڑ لی۔ ارے کام ایک
 طرف اس کا حلیہ دیکھو ذرا مرے ہوئے چوہوں کی
 آ رہی ہے اس سے اور تمہارے پورے گھر سے بھی گھٹ
 تو لگتا ہے سال کے بارہ مہینے یہ ڈیانا نہائی ہی نہیں
 بڑی بھابی اور رملہ نے بھی پر زور تصدیق کی۔ مالا رو
 شکل بنائے چکی رہی۔

”ناں تمہیں اس میں کون سے ہیرے نظر آ گئے
 ٹھہرائے ہوئے ہو اور میں تو حیران ہوں مزید
 اور میرا صفائی پسند نو اس اس مردہ جانور کی بو کو
 برداشت کر رہے ہوں گے۔ ضرور تمہاری ضد کے آ
 مجبور ہوں گے ناناں میں پوچھتی ہوں تین بندوں کا
 ایسا بھاری ہو گیا تمہیں جو اپنے ہی گھر کی دشمن ہو گئیں
 سچ پوچھو تو مہمانوں کے بیٹھے لائق نہیں رہا..... گھر
 اوپری صفائی ایک طرف تمہاری صاف ستھری رانو
 خوشبو بچ بس گئی ہے۔ مجھے تو غلجبان ہونے لگا ہے کہ
 بڑی دلہن.....؟“ اور بڑی دلہن تو تھیں ہی امی کی
 نوا جھٹ سے اثبات میں سر ہلانے لگیں۔

”صحیح کہہ رہی ہیں آپ..... میرا بھی جی متلا
 ہے۔“ مالا کو یقین تھا تینوں میکے والیاں آج خاص
 الخاص رانو کے بیٹھے ادھیڑنے صبح ہی صبح نازل ہوئی تھیں
 بغیر اطلاع دیے۔ براہ غزل کا ایک عالم میں رانو کی

خوہیاں معہ خامیوں کے بیان کر دی تھیں۔ جسے نہیں پتا تھا
 اسے بھی پتا چل گیا۔ بڑی افسردگی سے اس نے چائے
 تیار کی اور ان کے سامنے رکھی جسے شرف قبولیت بخشنے
 سے تینوں نے صاف انکار کر دیا۔
 ”اتنی غلیظ نوکرانی کے ہاتھ سے دھلے برتنوں میں
 کچھ کھانا پینا اپنی ذات سے جانتے بوجھتے دشمنی کرنا ہے
 جو میں نہیں کر سکتی اس لیے سوئی.....“ رملہ نے کندھے
 اچکا کر اسے مزید روکھی بنایا۔ وہ کہتا جا رہی تھی.....
 نہیں برتن بھی میں دوبارہ دھوئی ہوں لیکن پھر کچھ دیر قبل
 ہونے والی عزت افزائی یاد آئی تو چپ ہی بھلی تھی۔
 ”اور نہیں تو کیا ذرا دیکھو پرچوں پر لیس لگا ہوا
 ہے۔“ اب چاہے امی کے آگے ناک رگڑ کر بھی وہ
 برتنوں کی صفائی اپنے ہاتھوں کا کرشمہ بتاتی انہوں نے
 نہیں ماننا تھا۔

”میرے داماد اور نواسے کو بھی تم انہی برتنوں میں
 کھلاتی پلاتی ہوگی..... تو بہ تو بہ میں آج ہی مزید کونون
 پر کہتی ہوں کہ تم اور عبداللہ ہمارے گھر کھانا کھانے آیا
 کرو..... بیوی کو رہنے دو رانو کی چھاؤں میں نہال.....
 تو بہ گھر کے کاموں سے ایسا بیزار بھی کسی کو نہیں دیکھا۔“
 اس کے بعد تینوں نے جانے کا قصد کیا۔ اس کے بے حد
 اصرار پہ بھی نہیں رکی تھیں۔ رانو تو پہلے ہی رخصت ہو چکی
 تھی۔ ان کے جانے کے بعد لاؤنج تک گھسٹ کر آنے
 کی دیر تھی بس کئی میل کی رفتار سے ہچکیاں اشارت ہو گئی
 تھیں۔

”یہ تو میرے میکے والے ہیں نہ حال پوچھنا نہ
 احوال اور نمک چھڑک گئیں میری خوشی ہضم ہی نہیں
 ہو رہی کسی سے سب دشمن ہیں۔“ اوشیا اوشیا روٹنے کے
 ساتھ وہ بڑبڑاتی بھی رہی۔ اپنا قصور تو کہیں نظر ہی نہیں
 آرہا تھا اس دن طبیعت اتنی بوجھل رہی کہ وہ دوبارہ گھر
 کی صفائی اور برتنوں کی دھلائی کے لیے اپنی شفٹ بھی
 نہ لگا سکی۔ بس پوستی بنی پڑی رہی۔

☆☆☆

”یہ تمہاری اس مہینے کی تنخواہ اور.....“ تیسرے
 مہینے کی تنخواہ رانو کے ہاتھ پر رکھتے ہوئے اس نے کہنے

آمد سے پہلے ہوتی تھی۔ ایک کام ختم ہوا نہیں کہ دوسرا سوچ سوچ کر بخار چڑھ رہا تھا۔ مزیب اور عبداللہ کی جیلے بازی خواستخواہ کی ٹینشن دے رہی تھی۔ وہ حسب توفیق اور حسب عادت مزیب پر بلاوجہ بگڑتی اور اپنی توانائی ویسٹ کرتی رہی، جب تک کہ وہ دونوں باپ بیٹا چلے نہیں گئے۔ زہر مار کر ناشتا کرنے کے بعد اس نے چہار اطراف نظریں دوڑائیں..... اور ایک دم تھکن زدہ ہوئی۔

”اوہ گاڈ..... اتنے کام پھر وہی جھاڑو وہی پونچھا اور میں مسکین۔“ بہت آزر دہ سی ہو کر اس نے خود کلامی کی اور اگلا آدھا گھنٹا ”بس ابھی اٹھ کر جھاڑو لگاتی ہوں“ وہیں بچن میں بیٹھی سوچتی رہی۔

جب وال کلاک سے باقاعدہ میوزیکل البم گونجا..... تب وہ کسلمندی جھٹک کر اٹھ کھڑی ہوئی۔ ”رانو تو واقعی بہت بڑی نعمت تھی۔“ رانو کی موجودگی میں اسے دوسری شفٹ لگانا تھکن آمیز نہیں لگا کرتا تھا کہ ہوائی ہی سہی کچھ تو صفائی وہ کر ہی جاتی تھی۔ اس وقت تو کام کرنے سے نمل ہی بیمار ہونے لگی تھی۔

”چلو..... اللہ مالک ہے۔“ بالآخر سر جھٹک کر اس نے بیڈروم سے بسم اللہ کی اور پھر اگلے چند گھنٹوں میں رگڑ رگڑ کر گھر چمکانی مالا صاحبہ کو دیکھ کر کوئی اندازہ بھی نہیں کر سکتا تھا کہ کچھ دیر قبل یہ کتنی روکھی ہو رہی تھی اب تو لگ رہا تھا جیسے اس پر جنون طاری ہو گیا ہو..... رانو منٹوں جو صفائی کر جاتی تھی اس کا عقدہ آج کھل رہا تھا سارا گھر گند ہو رہا تھا اور وہ چکا چکا کر تھک نہیں رہی تھی۔ سچ کے ڈیڑھ گھنٹے اس نے برتن اور کپڑوں کی دھلائی پر بھی لگائے اور پھر شروع ہوئی۔ آج کی اس خصوصی صفائی میں کھانا بھی لیٹ ہو گیا۔

عبداللہ اسکول سے آیا تو وہ جنوں بھوتوں کی سردار بنی کھڑی تھی۔

”ماما..... آپ!“ وہ بے چارہ حیران پریشان رہ گیا۔

”ہاں بس ماما کی جان۔“ وہ کسی حد تک خفت کا شکار ہوئی۔

”رانو نے کہا زہ کر دیا تھا گھر کا۔“

”تو آپ ایک ہی دن کے بجائے تین چار دن میں گھر صاف کر تیں آج تو آپ تھک گئی ہوں گی۔“ اس کے لہجے کی تشویش پر مالا کو ٹوٹ کر پیار آیا۔

”بہت..... اور اسی وجہ سے آج آپ کو کھانے کے نام پر صرف نو ڈلر پر گزارہ کرنا پڑے گا۔“

”نو پر اہلم..... اسکول میں بھی تو لٹج کیا تھا۔“ مالا نے منٹوں میں نو ڈلر تیار کر کے اس کے سامنے رکھے اور دوبارہ سے ادھر ادھر کے کاموں میں مشغول ہو گئی۔ گھر کے سارے ہاتھ روز تک آج دھو ڈالے۔

شام چار بجے کے قریب اس نے کھانا پکانے کی ابتدا کی کہ رات کو مزیب نے یہ چمکتا گھر تو نہیں کھانا تھا۔ اگرچہ جسم مارے تھکاوٹ کے ٹوٹ رہا تھا لیکن اس نے دل لگا کر کھانا تیار کیا اور اپنی اس عادت پر خود ہی بھنائی بھی..... یعنی کتاب میں تو درج نہیں تھا کہ روز کے روز صرف کھانا نہیں بلکہ جان مار کر مزید رکھنا پکانا جائے۔ ایک آدھ دن چھٹی بھی ہو جائے تو کیا حرج ہے۔ سات بجے کے قریب میاں صاحب تشریف لائے تو وہ حال سے بے حال استقبال کے لیے سامنے موجود یوں چل رہی تھی جیسے زمین سے فریاد کر رہی ہو کہ ”تم چلو تو میں بھی چلوں..... ورنہ نہیں۔“ مزیب نے نا فہم انداز میں کتنی ہی دیر تک اسے گھورا اور پھر عبداللہ کی جانب رخ پھیر کر یقین دہانی چاہی۔

”یار عبداللہ..... یہ اپنے گھر کی مالکن چیخ ہو گئی کیا؟ ماما کہاں ہیں آپ کی میں کسی اور کے گھر تو نہیں آ گیا یہ رانو کی رشتے دار سامنے کیوں آگئی ماما کو بلاؤ یار۔“ اس کے لہجے میں حد درجہ تشویش تھی مگر چمکتی آنکھیں شرارت کا پول کھول رہی تھیں۔ وہ خون کے گھونٹ بھرنی صوفے پر ٹپک گئی۔

”قسم سے..... آج اس لمحے رانو بہت یاد آرہی ہے کچھ اور نہیں تو اپنی بیگم تو صاف سہری مل ہی جاتی تھی۔“ وہ ابھی بھی خاموش ہی رہی۔ تب مزیب نے گھوم کر سارے گھر کو گویا ایک ہی نظر میں دیکھ ڈالا۔

”واہ مسز..... تم نے تو جادو کی چھڑی پھیر دی گھر

میں آج لگ رہا ہے کہ اسے گھر میں ہوں..... چلو.....“ پھر اسے ناقدانہ دیکھ کر آگے بولا ”تمہارا یہ روپ بھی چند لمحوں کے لیے گوارا ہے لیکن صاف ستھرے گھر کی تو بات ہی اور ہے۔“ یہ سن کر وہ کلس کر ہی تو رہ گئی۔ بیٹا تشویش زدہ ہو رہا تھا کہ ماما ایک ہی دن صفائی کیوں کی..... تین چار دن میں کیوں نہیں کی! اور سرتاج کہہ رہے تھے تمہارا یہ روپ گوارا ہے بس گھر چکانے میں لگی رہو۔ اس کا دل جا ہانچ چخ کر اتنا روئے کہ گلابیٹھ جائے۔

”چلو تم فریش ہو جاؤ باہر کھانا کھا آتے ہیں۔“

اچانک ہی وہ بولا تو وہ چخ کر کھڑی ہو گئی۔ ”ابھی ابھی میں گھر کے کاموں سے فارغ ہوئی ہوں کھانا پکاتے ہوئے جو میرا پسینہ بہا ہے وہ بھی نہیں سوکھا اور جناب کہہ رہے ہیں فریش ہو جاؤ۔“ بالکل مزیب کی نقل کر کے اس نے کہا وہ سامنے صوفے پر ٹانگ پہ ٹانگ رکھے دونوں بازو صوفے کی بیک پر پھیلا بڑے مزے سے اسے تپتا ہوا دیکھ رہا تھا گویا اندازہ تھا یہی کچھ سننے کو ملے گا۔

”بڑے خیر خواہ ہیں آپ میرے یونہی سینے میں شرابور میں نہائی تو فوج لقاؤ گردن تو ز بخار کچھ بھی ہو جائے گا جو میں نہیں چاہتی سواپنی آفر اپنے پاس ہی رکھیں۔ میں نے گھر میں کھانا پکا لیا ہے۔“ بڑی بڑی بیاریوں کے نام لے کر اس نے مزیب کو کم اور خود کو زیادہ دہلایا۔ وہ تو ابھی بھی مسکرا رہا تھا۔

”ٹھیک ہے جانم..... لیکن آج رات تک تو نہا ہی لو گی ناں تم پر بڑا پیار آرہا ہے۔“ اس کے قریب آ کر حضور لہجے کی مار ماری، ایک بل کو تو وہ سرخ پڑ گئی لیکن اگلے بل پھر وہی نزو تھی.....

”ہرگز نہیں اپنا پیار کسی اور پر وار آئیں میں آج گندی سندی ہی ٹھیک ہوں۔“ ناراض ناراض سی وہ عبداللہ کو دیکھنے باہر چل دی کہ جو نظر بجا کر اس ٹائم لان میں نکل گیا تھا۔ مزیب نے اس کی تھکی سے ہمیشہ کی طرح لطف لیا اور چیخ کرنے بیڈروم میں گھس گیا۔

☆☆☆

شیم اس کے گھر میں انٹری مارنے والی دوسری

ملازمہ تھی کہ جس کے آنے پر اس نے حواس نہیں کھوئے رانو کی باری میں جیسے جوش میں آ کر ساتویں آسمان تک کو چھو آئی تھی اس بار نارمل رہی نہ ہی اعلان عام کیا کہ ”میں ایک بار پھر نوکرانی والی ہو گئی ہوں۔“ یہ الگ بات تھی کہ غزل اس مرتبہ بھی سب سے پہلے شیم کے چہرے سے فیض یاب ہو گئی۔ یہ ادھیڑ عمر ملازمہ مزیب کے ایک کزن کے توسط سے ملی تھی۔

”بھالی کام دام کا تو آپ خود ہی اندازہ کر لیجیے گا ہاں خاتون پورے محلے میں جھگڑا لو مشہور ہیں۔ اب جیسے آپ کی مرضی۔“ اس کے اس دیور نے ساتھ ہی شیم کے دو چار پھڑکتے ہوئے جھگڑے بھی تفصیلاً بتا دیے کہ جن میں شیم زبانی ہی نہیں بلکہ عملی کارکردگی میں بھی آگے آگے تھی یعنی دنگل نما جھگڑے کرنے کی عادی تھی لیکن مالا نے ملازمہ شیم کے مزاج کو زیادہ اہمیت نہیں دی۔ نتیجتاً اب وہ اس کے گھر میں تھی۔ لمبے تاڑ سے قد کی گندی رنگت کی حامل شیم..... ہر لحاظ سے رانو کا الٹ ثابت ہوئی۔ کافی صفائی پسند تھی ہر تیسرے دن دھلا ہوا سوٹ پہن کر آ جاتی لیکن..... مالا اس مرتبہ ضرورت سے زیادہ چونکی تھی کچھ دنوں میں ہی اندازہ ہو گیا کہ شیم صاحبہ رانو سے بڑھ کر جی کا جنجال ہیں۔ اس کے صفائی پسند حلیے کو مالا نے نمائش میں تھوڑی رکھنا تھا جو صرف اس پر تکیہ کر کے بیٹھ جاتی، گھر کے کاموں میں یہ نئی ملازمہ بالکل ہی کوری تھی بلکہ مالا کو تو گمان گزرا کہ وہ جھاڑو پونچھا سیکھ ہی اس کے گھر سے رہی ہے۔

”اوباجی وقت وقت کی بات ہے بھی میری قسمت بھی میری غلام ہوتی تھی میرے پہلے مرد نے پانگوں پر بٹھا کر میری خدمت کی۔ مجھے حیاتی کا ہر سکھ دیا یہ تو اللہ کی کرنی ہوئی کہ اس کے مرنے کے بعد سارے سرالیوں نے میری جائداد پر قبضہ جما کر مجھے دھتکار دیا۔ قسمت کا لکھا تھا دوسری بار بیاہ ہو گیا پر..... یہ مرد بیمار یوں کی مٹھ..... مجھے تو خاک پالتا لانا مجھے ہی کھلانا پڑ رہا ہے..... بس بی بی..... وقت وقت کی بات ہے۔ مجبوراً زل رہی ہوں پرانے گھروں میں ورنہ میں نے بھی بہت عیش دیکھے ہیں۔“ مالا کہہ کر پچھتائی کہ..... ”تم نیا

نیا کام کار ہی ہو گیا؟“ شیم صاحبہ نے کئی ٹھنڈی آہوں کے سچ اپنی سنہری زندگی کے اوراق یوں کھول کر سنائے کہ مالا اس کی حالیہ زندگی کے لیے خود کو مجرم تصور کرنے لگی۔ اس کے بعد تو شیم نے تانتا ہی باندھ لیا۔ ”میں یہ تھی میں وہ تھی“ جیسا ٹاپک چھیڑے رہتی سن کر مالا اچھی خاصی عاجز آ گئی۔ نہ صرف یہ کہ وہ ناشتا نہیں آ کر کرتی بلکہ اپنے دو چھوٹے بیٹوں کو بھی ہمراہ لے آتی جو ایسے آفت کے جب تک وہ کام کرتی وہ دونوں سارے گھر کا بڑے استحقاق سے جائزہ لیتے رہتے۔

شیم صاحبہ جھاڑو کئی شفتوں میں لگاتی۔ ایک کمر صاف کر کے پندرہ منٹ سستانے میں لگا دیتی یہ عمل تب تک جاری رہتا جب تک کہ جھاڑو کمپلیٹ نہ ہو جاتی۔ راتوں جو کام چنگی بجانے میں کرتی تھی وہی کام شیم کئی گھنٹے لگا کر پورا کرتی۔ جھاڑو کے بعد پونچھادہ یوں کھڑے کھڑے لگاتی جیسے اسپتالوں میں خاکروب لگاتے ہیں۔ کھڑے کھڑے ایک پیر کی مدد سے فرش پر جرسی پھیر دیتی اور کام تمام..... برتن دھونے میں بھی اپنی اسی عادت پر قائم..... گھس گھس کر سال لگا دیتی اور مالا دانت گھسا گھسا کر نہ تھکتی۔ کپڑے بھی شیم صاحبہ نے عالیشان طریقے سے دھوئے واشنگ مشین میں سے نکال کر ٹب میں ڈالے اور پانی سے کنگال کر سامنے فٹ ٹوٹی پر ہر کپڑا الگا کر اس طریقے سے نچوڑے کہ دیکھ کر مالا خود بھی نچوڑ گئی۔

”ایسے کیوں نچوڑ رہی ہو کپڑے پھٹ جائیں گے..... ہاتھوں سے نچوڑنا۔“

”میری کلایوں کے جوڑ دکھتے ہیں باجی میں تو ایسے ہی نچوڑتی ہوں اور یہ کپڑے میں اوپر بھی نہیں ڈال کر آؤں گی جی..... سیرھیاں چڑھتے ہوئے میرے لنگ لڑتے ہیں۔“ مالا حق دق سی اس کی یہ زوالی وضاحت سنتی رہی۔ جی تو بہت چاہا کہہ دے اپنے کپڑوں کا اتنا بڑا ٹکڑا میرے گھر تک مشین میں دھونے کے لیے لاتے ہوئے ہاتھ نہیں کانپتے..... پر خون کے گھونٹ بھر کے رہ گئی۔

”ایک زبان ہی سلامت ہے تمہاری باقی تو ہر چیز

کا جوڑ ہلا ہوا ہے۔“ جل کر سوچا ضرور بہر حال اس کا تنگ آ کر کپڑے اس نے خود ہی دھوئے شیم کو دھونے دیکھ کر خون میں ابال اٹھ رہے تھے۔ شیم صاحبہ نے صرف اپنا ٹکڑا دھویا۔

بس دو ہفتے بہت تھے اسے برداشت کر سکنے کے لیے۔ عیش و عشرت گنوانے والی شیم کو مالا نے چھوٹے دنوں کی تنخواہ دے کر گویا اپنی جان خلاصی کرانی۔

”منہوس..... کہیں کی عالم پناہ کے خاندان کی خاتون کی چولیس ہلا گئی میری۔“ مزیب کے استفسار پر اس نے یہی تبصرہ کیا تھا۔ مزیب نے دل میں سوچا تھا ”ابھی تو آغاز ہے میری جان۔“

☆☆☆

اس کے بعد نوکرانیوں کی جھڑی لگ گئی۔ ایک آرہی ہے ایک جاری ہے..... کوئی بھی ایسی نہ آئی کہ جس نے اس کے معیار کو ہاتھ لگایا ہو۔ ہر ایک کو مینے تک جانچ کر بری جھنڈی دکھا دیتی۔

”یار مالا..... تم پر کسی نے جادو تو نہیں کر دیا..... اچھے بھلے گھر کا ستیا ناس کرنے پر تل گئی ہو پہلے بھی تو سارے گھر کا کام تم خود ہی کرتی تھیں ناں..... اب کیا ہو گیا کہ.....“ نوکرانیوں کی اس جانچ پڑتال سے مزیب بھی عاجز آ گیا۔ سو اپنے خیالات اس تک پہنچائے جو اس نے کان لپیٹ کر سنے۔

”ساری دنیا ملازما میں رکھتی ہے ایک میری ہی کھوٹی قسمت کہ مجھے کام کی نوکرانی نہیں ملتی.....“

”سو چوڑا..... یہ اللہ کا اشارہ بھی ہو سکتا ہے کہ تم نوکرانی نہ رکھو یوں بھی ہاتھ سے کام کرنے والا اللہ کو زیادہ محبوب ہے۔“ جو اب اس نے بے حد کراری نظر مزیب پر ڈالی تھی۔

سچ تو یہ تھا اسے خود کو آرام کرنے کا چچکا لگ گیا تھا۔ ایک نوکرانی جب رخت ستر باندھ جاتی اس کے بعد اگلے کئی روز اس کا دل کام میں نہ لگ پاتا۔ نوکرانی رکھنے کی خواہش سے وہ ابھی بھی دستبردار نہیں ہوئی تھی۔ ایک سال کے اندر اندر اس نے درجن بھر عورتوں کو نکال باہر کیا تھا۔ کئی کام چور تو کئی مال چور ایک

مخترہ تو اس کی سونے کی انگوٹھی تک اڑا لے گئی۔ غزل کو طرز کرنے کے لیے نئی نئی باتیں سوچ گئی تھیں۔

”کیا ادنیٰ قسمت پائی ہے تم نے..... کہاں تو نوکرانی کے نام سے خار کھاتی تھیں اور آج یہ حال ہے کہ بارہ مہینوں میں بارہ نوکرانیاں رکھ ڈالیں۔“ بھیجی مان مجھے تنہیں اس قدر تیز رفتاری سے ہمارے ملک کے وزیر اعظم نہیں بدلتے جس پھرتی سے تم نے نوکرانیاں بدلیں۔ سچ..... تم نے تو حکومتوں کو بھی مات دے دی حالانکہ ہماری آئے دن بدلتی حکومتوں کی کوئی مثال نہیں ملتی تھی۔ پر اب مل گئی ہے تمہارا نام اس ضمن میں پی ٹی وی پر آنا چاہیے۔“ خاصا اسٹائل مار کر غزل نے یہ تبصرہ پاس کر کے اس کا دماغ چکرایا تھا مگر چونکہ سچ کہہ رہی تھی سو جب کاروزہ رکھ کا سنتی رہی اور آج کل وہ ایک مرتبہ پھر خاصی شد و مد سے تلاش نوکرانی کا اشتہار بنی خاندان میں ہی نہیں محلے بھر میں مشہور ہوئی پھر رہی تھی۔

☆☆☆

”بڑی بھابی مجھ سے یقیناً جھوٹ نہیں بول سکتیں لیکن..... مجھے تم سے ناراض ہو جانا چاہیے کہ تم نے خود مجھے یہ خوشخبری کیوں نہیں سنائی؟“ ڈھیروں ڈھیر خوشی پر قابو پا کے وہ سنجیدہ تاثرات کے ساتھ اس کا شرمایا گھبراہٹ روپ دیکھ کر بولا تھا۔ جو پہلے ہی اس بات پر کئی جا رہی تھی کہ مزیب کو خبر ہو گئی ہے اور اب اسے سنجیدہ دیکھ کر مزید گھبراہٹ میں مبتلا ہو گئی۔

”نہیں مزیب، پلیز نہیں..... ناراض ہونے کی بات مت کریں سچ مجھے خود کو بھی ہفتے بھر پہلے پتا چلا ہے اور میں سوچ رہی تھی آپ کو بتاؤں لیکن.....“ یوں گھبرا کر وضاحت دیتی وہ مزیب کو بہت پیاری لگی..... پردہ مصنوعی سنجیدگی اوڑھ رہا۔

”لیکن کیا.....!“ ہماری سی آواز میں پوچھا تو وہ لرزہ کا کر رہ گئی۔

”لل..... لیکن مجھے آپ سے..... شرم آرہی تھی۔“

”قربان جاؤں۔“ بہت ہو گئی تھی ایک ٹنگ مزیب نے سرشار ہو کر اسے بازوؤں سے پکڑ کر گول گول کھما ڈالا ”اتنی میٹھی سی نوز مجھے ملے اور میں اپنی بیوی

سے فٹا ہو جاؤں..... کیوں بھی مجھے پاگل کہنے کا ہا ہے کیا؟“ اس کی ٹھوڑی چھو کر چہرہ اوپر کرنا چاہا۔ مالا نے منہ مزید نیچے کر لیا اور حقیقت وہ یوں شرماری تھی جیسے پہلے مرتبہ پریگنٹ ہوئی ہو۔

”پتا ہے کیسی لگ رہی ہو..... بالکل اسٹراہری جیسی دل کر رہا ہے کھا جاؤں۔“

”اللہ مزیب.....“ وہ لال گلاب ہو گئی ”نہ کریں ناں۔“

”اللہ ہم تو کریں گے۔“ مزیب کی شرارتیں تجاوز کر گئیں۔

بہت چارے شب دروز شروع ہو گئے تھے انوکھے انوکھے سے لیکن اس بار مالا کی طبیعت کافی بوجھل ہو چکی تھی۔

”عبداللہ کی دفتر تو مجھے پتا بھی نہیں چلا ہلکی پھلکی سی رہتی تھی پر اب تو طبیعت بہت خراب رہنے لگی ہے کام میں دل ہی نہیں لگتا۔ بس سوئے رہنے کو دل چاہتا ہے۔“ مزیب کے آگے ہی اس نے کہا تھا اور پر سے گرمیوں نے آغاز میں ہی تباہی مچا دی تھی سو وہ مزید سستی ہو رہی تھی۔

”یار بیوی تم تو یوں ری ایکٹ کر رہی ہو جیسے پہلی بار اس مرحلے سے گزر رہی ہو سنبھالو خود کو بہادر بنو۔“

”سات سال بعد پریگنٹ ہوئی ہوں بالکل نیا ہی لگ رہا ہے اور ڈر بھی بہت رہی ہوں۔“

”بے وقوف جو ہو۔“ مزیب ہر ممکن کوشش کرتا اس پر کام کا برڈن کم پڑے کسی نہ کسی کام میں ہاتھ بٹائے رکھتا ماسوائے جھاڑ پونچھ کے۔

”میرا نہیں دل کرتا صفائی کرنے کو بی بی فوراً لو ہو جاتا ہے۔“ ایک روز وہ اس کے سامنے بسوری تھی۔

”ایسی ضروری بھی نہیں ہے پڑے رہنے دو ایسا ہی گھر کسی روز رملہ کو بلوائیں گے تم بس اپنی طبیعت دیکھو۔“ اس کا سر سہلا کر مزیب نے کہا تھا لیکن یہ بہت آسان نہیں تھا رملہ دو ایک بار فراغت پا کر آئی پھر پڑھائی میں کم ہو گئی۔ یوں گھر کی جھاڑ پونچھ اسے خود ہی

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام کی پیشکش

یہ شمارہ پاک سوسائٹی ڈاٹ کام نے پیش کیا ہے

ہم خاص کیوں ہیں :-

- ✦ ہائی کوالٹی پی ڈی ایف فائلز
- ✦ ہر ای بک آن لائن پڑھنے کی سہولت
- ✦ ماہانہ ڈائجسٹ کی تین مختلف سائزوں میں اپلوڈنگ
- ✦ سپریم کوالٹی، نارمل کوالٹی، کمپریسڈ کوالٹی
- ✦ عمران سیریز از مظہر کلیم اور ابن صفی کی مکمل ریج
- ✦ ایڈ فری لنکس، لنکس کو میسجے کمانے کے لئے شرٹک نہیں کیا جاتا
- ✦ ہر ای بک کا ڈائریکٹ اور ریڈیو ایبل لنک
- ✦ ڈاؤنلوڈنگ سے پہلے ای بک کا پرنٹ پر یو ہر پوسٹ کے ساتھ
- ✦ پہلے سے موجود مواد کی چیکنگ اور اچھے پرنٹ کے ساتھ تبدیلی
- ✦ مشہور مصنفین کی کتب کی مکمل ریج
- ✦ ہر کتاب کا الگ سیکشن
- ✦ ویب سائٹ کی آسان براؤزنگ
- ✦ سائٹ پر کوئی بھی لنک ڈیڈ نہیں

We Are Anti Waiting WebSite

واحد ویب سائٹ جہاں ہر کتاب ٹورنٹ سے بھی ڈاؤنلوڈ کی جاسکتی ہے

↳ ڈاؤنلوڈنگ کے بعد پوسٹ پر تبصرہ ضرور کریں

↳ ڈاؤنلوڈنگ کے لئے کہیں اور جانے کی ضرورت نہیں ہماری سائٹ پر آئیں اور ایک کلک سے کتاب

ڈاؤنلوڈ کریں

اپنے دوست احباب کو ویب سائٹ کا لنک دیکر متعارف کرائیں

WWW.PAKSOCIETY.COM

Online Library for Pakistan



Like us on
Facebook

fb.com/paksociety



twitter.com/paksociety1

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام کی پیشکش

یہ شمارہ پاک سوسائٹی ڈاٹ کام نے پیش کیا ہے

ہم خاص کیوں ہیں :-

- ✧ ہائی کوالٹی پی ڈی ایف فائلز
- ✧ ہر ای بک آن لائن پڑھنے کی سہولت
- ✧ ماہانہ ڈائجسٹ کی تین مختلف سائزوں میں ایپلوڈنگ
- ✧ سیریم کوالٹی، ہائر مل کوالٹی، کمپریسڈ کوالٹی
- ✧ عمران سیریز از مظہر کلیم اور ابن صفی کی مکمل ریچ
- ✧ ایڈ فری لنکس، لنکس کو میسے کمانے کے لئے شرٹک نہیں کیا جاتا
- ✧ ہر ای بک کا ڈائریکٹ اور ریڈیو امیل لنک
- ✧ ڈاؤنلوڈنگ سے پہلے ای بک کا پرنٹ پر یو یو ہر پوسٹ کے ساتھ
- ✧ پہلے سے موجود مواد کی چیکنگ اور اچھے پرنٹ کے ساتھ تبدیلی
- ✧ مشہور مصنفین کی کتب کی مکمل ریچ
- ✧ ہر کتاب کا الگ سلیشن
- ✧ ویب سائٹ کی آسان براؤزنگ
- ✧ سائٹ پر کوئی بھی لنک ڈیڈ نہیں

We Are Anti Waiting WebSite

واحد ویب سائٹ جہاں ہر کتاب ٹورنٹ سے بھی ڈاؤنلوڈ کی جاسکتی ہے

➔ ڈاؤنلوڈنگ کے بعد پوسٹ پر تبصرہ ضرور کریں

➔ ڈاؤنلوڈنگ کے لئے کہیں اور جانے کی ضرورت نہیں ہماری سائٹ پر آئیں اور ایک کلک سے کتاب

ڈاؤنلوڈ کریں www.paksociety.com

اپنے دوست احباب کو ویب سائٹ کا لنک دیکر متعارف کرائیں

WWW.PAKSOCIETY.COM

Online Library For Pakistan

Like us on Facebook

fb.com/paksociety



twitter.com/paksociety1

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM

ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN



PAKSOCIETY1



PAKSOCIETY

”اچھا.....“ بھویں اچکا کر گھٹنی سی عورت کو بھڑک دیکھا کہ جو آنسو صاف کر رہی تھی۔
”اندر چلو..... اپنے بارے میں کچھ بتاؤ پھر ہی سوچوں گی۔“ دل کی سوچ کے برعکس دماغ کی تاویل مانی اور اسے اندر لے گئی۔

☆☆☆

کریمین ماسی کے بطور ملازمہ اپنے گھر میں تقرری پر وہ جتنی نہال تھی مزید اتنا ہی نالاں.....
”ایک ایسی عورت جس کے بارے میں ہمارے پاس کوئی گارنٹی نہیں ہے کہ آیا وہ اپنے متعلق جو کچھ بتا رہی ہے وہ سچ بھی ہے یا نہیں جو کسی کے توسط سے نہیں بلکہ خود بخود چل کر ہمارے گھر آئی..... میری معصوم بیوی تم نے بغیر چھان بچک کے اسے رکھ بھی لیا..... کل کھانا کو کوئی اونچ نیچ ہو گئی تو کون ذتے دار ہوگا.....؟“
کریمین ماسی کو اتوار کے روز بھی اپنے گھر دل جمعی سے کام کرتے دیکھ کر وہ ششدر رہ گیا۔ اس سے قبل جتنی بھی نوکرائیاں آئیں اتوار کے دن چھٹی کیا کرتی تھیں تبھی تو رات میں اس نے مالا کی کھنچائی شروع کر دی۔
”ڈرائیں مت مجھے..... اتنی تو معصوم سی ہے وہ بے چاری۔“ چہرے کی کلیننگ سے فارغ ہو کر وہ اس کے پہلو میں آ بیٹھی تھی۔

”واٹ..... معصوم..... اور یہ ماسی.....“ مزید کا لہجہ استہزائیہ تھا ”مجھے تو بٹش کی رشتے دار لگتی ہے..... ہم اس کی طرح پھنکار برس رہی ہے اس کے چہرے پر..... آئی تھنک یہ ہے بھی کوئی تخریب کار.....“
”جی ہاں.....“ وہ بگڑی ہوئی ”واقعی تخریب کار ہے اور اس کو واقعی بٹش نے ہمارے گھر بھیجا ہے کیونکہ آپ جناب نے اسامہ بن لادن کے نائب کا عہدہ جو سنبھال لیا ہے ایمن الظواہری کے کام آپ کے ذتے جو ہو گئے ہیں۔“

”کچھ بھی کہو..... میرا دل نہیں مان رہا یہ عورت ہمارے گھر کام کرے، پہلی فرمت میں اسے چلتا کر دو۔“
”جی نہیں۔“ مزید کے دو ٹوک کہنے پر اس نے بھی دنگ لہجے میں کہا ”یہ عورت نہیں جائے گی۔“ بڑی

اکتوبر 2006ء

تا چار کرنی پڑ گئی۔

☆☆☆

وہ اپنے چھوٹے سے لان کی آپہاری میں گن گن تھی جب گیٹ کھلنے کی آواز پر متوجہ ہوئی۔ ایک دہلی پتلی سی کرخت شکل کی اچھی خاصی عمر کی عورت اندر داخل ہوئی۔

”یہ بھکاریں بھی منہ اٹھا کر آ جاتی ہیں۔“ دل ہی دل میں خود کو لعن طعن کیا کہ گیٹ کھلا کیوں چھوڑا تھا اور اس عورت کو کچھ دینے کے خیال سے ہاتھ جھاڑتی اٹھ کھڑی ہوئی۔ وہ عورت تب تک اس کے سر پر پہنچ چکی تھی اور ایسی کڑی نظروں سے اسے گھور رہی تھی جیسے بھیک نہیں قرض کی واپسی کا مطالبہ کرنے آئی ہو۔
”السلام علیکم!“ شکل کے برعکس آواز میں لوج تھی۔

”وعلیکم السلام..... کیا لوگی..... آٹا یا.....؟“

”ناں بی بی صاب ناں.....“ وہ عورت بلا تاخیر بول اٹھی۔

”تو پھر۔“ مالانے مٹی مٹی ہوتے ہاتھوں کو جھٹک کر کہا۔

”بس جی دکھاری بھیک نہیں مانگتی میں تو کام ڈھونڈنے آئی ہوں بی بی صاب..... محلے والوں نے کہا کہ آپ کو ضرورت ہے تو ادھر آ گئی بہت غریب ہوں آگے پیچھے کوئی نہیں پیٹ کا دوزخ بھرنے کی خاطر لوگوں کے گھروں میں کام کرتی ہوں جس جھوپڑے میں رہتی ہوں اس کا رابہ بھی چکانا پڑتا ہے جس جس گھر میں گئی منہ کی کھائی ہر کسی نے پہلے سے کام والی رکھی ہوئی تھی آپ رحم کھاؤ جی..... کچھ دن یوں ہی رکھ کے دیکھو کام پسند نہ آئے تو بھلے نکال دینا پر اللہ کا واسطہ مجھے کام پہ رکھ لو۔“

اپنی کرخت شکل کے برعکس وہ بے حد گھکھکیائے لہجے میں واسطے دے رہی تھی اور سامنے تو ٹھہری ہی ورلڈ ریکارڈ ہولڈر..... یعنی ورلڈ نمبر ون انسانیت پرورد انسانیت ہمدردی سے سرشار بغیر ہیکچائے اس کے ایک ایک لفظ پر دل گرفتہ ہو گئی، کچھ اپنی غرض کا بھی خیال آ گیا تھا۔

ماہنامہ پاکیزہ

150

مخکوں سے تو کوئی ایسی ہاتھ لگی ہے کہ جو کام تیز سے کرتی ہے اسے بھی نکال باہر کروں..... اور پھر آپ میری حالت تو دیکھیں کام کرنے جوگی نہیں رہی اٹنے سیدھے مشورے دے رہے ہیں۔ "ناراض ناراض سی بیڈ کے کنارے تک کھسک گئی آنسو بھی بڑے مہربان قسم کے تھے کوئی بات ہوئی نہیں اور پکوں پر تلنے بن کے مہمان ہو گئے۔ ٹھنڈی گہری سانس بھرنے کے بعد مزید نے ہاتھ بڑھا کر اسے دوبارہ اپنی طرف کھینچا۔

"میں کیوں اٹنے سیدھے مشورے دوں گا.....؟ میری تم سے دشمنی ہوئی ہے کیا بالخصوص اب جبکہ تم میرے بچے کی ماں بننے والی ہو یا یہ تو ڈاکٹری نسخہ ہے کہ ان دنوں عورت کو چلتے پھرتے رہنا چاہیے۔" اسے پہلو سے لگانے کے بعد وہ رمان سے سمجھا رہا تھا کہ وہ ہاتھ اٹھا کر تنگ مزاجی سے گویا ہوئی۔

"بس بس میں جانتی ہوں ڈاکٹری حکمی نسخے..... جبکہ رہی ہوں میں نہیں کر سکتی تو ضد کرنے کا فائدہ اور یہ بھی تو دیکھیں کیسے اپنا گھر سمجھ کر ماسی کام کرتی ہے اتوار تک آتی ہے پرسوں اس نے مجھے گندم صاف کر کے دی..... مزید کیا بتاؤں کتنی ساری گندم بغیر تھکے ایک ہی دن میں صاف کی حالانکہ کتنی گرمی تھی اور اضافی پیسے بھی نہیں لیے۔"

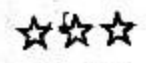
"اسی لیے تو کہہ رہا ہوں کوئی مقصد پورا کرنے نہ آئی ہو۔" مزید اپنی بات بر قائم تھا۔ مالا زچ ہو گئی تھی تکیہ درست کر کے کر دھ بدل کر احتجاجا سوتی بن گئی۔

"مجھے لگتا ہے تخریب کار ہی نہیں جادو گرئی بھی ہے کالا جادو کر کے تمہیں اپنا گرویدہ بنا لیا ہے لیکن یہ یاد رکھو میرے گھر پر اس کالے جادو کے اثرات نہ پڑیں۔" مالا نے جھنجھلا کر سر کے نیچے سے تکیہ نکال کر کانوں پر رکھ لیا تھا۔ بہت سنجیدہ ہونے کے باوجود بھی مزید کی ہنسی نکل گئی۔

تو یہ تھا صرف مزید نے ہی نہیں بلکہ امی لوگوں نے بھی اسے محتاط رہنے کی تلقین کی تھی۔ اس سے قبل تو جو ملازمہ بھی آئی کسی کے توسط سے آئی یہ تو خود ہی منہ اٹھائے آگئی تھی سوسب کی پریشانی بجا تھی لیکن وہ اپنے

دل کا کیا کرتی کہ جو کریمین کے صاف سقرے کام اسیر ہو گیا تھا۔ جیسی تو مزید کی ہر روز کی تنبیہ بھی جھٹک کر سننے لگی۔ جو نامعلوم کیوں اس سے خار کھا رہا تھا..... البتہ عبد اللہ خوش تھا کیونکہ ماسی گھر کے کام کرنے کے ساتھ ساتھ اسے بھی بڑی پیاری سی کہانیاں تھیں سناتی رہتی تھی۔ یہی نہیں مٹی کے بہت سے جانور بھی بنا کر دیے تھے ایسے زبردست کہ کیا ہی کسی N.C.A کے اسٹوڈنٹ نے بنائے ہوں گے۔

یوں ایک عرصے کے بعد سہمی اس گھر کو ملازمہ کا سکون مل ہی گیا۔



اب تو مالا کو یقین آنے لگا تھا کہ یہ ماسی ضرور اسے کسی نیکی کے انعام کے طور پر غیب کی طرف سے بھیجی گئی ہے بے حد غیر محسوس طریقے سے ماسی سارے گھر چھاننی تھی۔ ماسوائے مزید کے۔ دوپہر بارہ بجے تک مالا کے پاس رہتی ایک ایک کام بے حد دل سے کرتی یوں کہ مالا کو بھی ٹوکنے کی ضرورت ہی محسوس نہ ہوتی بلکہ الٹا وہ خوشگوار حیرت میں گھر جاتی 'دلی پتلی پینٹا لیس' پچاس کے لگ بھگ کی ماسی میں شاید برقی رود وڑتی تھی۔ مجال تھی جو کبھی ٹھکن کا اظہار کرتی بلکہ ڈھونڈ ڈھونڈ کر اضافی کام بھی کیے جاتی۔ مالا کو ہر طرف سے سکون ہی سکون مل گیا۔ کپڑے وہ صرف واشنگ مشین میں ہی نہیں بلکہ ہاتھ سے بھی دھویا کرتی تھی۔ یوں مالا کے سر سے ہاتھ سے کپڑے دھونے کا بوجھ بھی کھسک گیا۔ پہلے آنے والی نوکرانیاں تو واشنگ مشین ہی نخرے کر کے لگایا کرتی تھیں کجا کہ ہاتھ سے کپڑے دھوئیں اور کریمین ماسی اس نے تو کمال ہی کر دیا۔ ایسے صاف شفاف کپڑے ہاتھ سے دھوئے کہ مالا بھی اش اش کر اٹھی۔

روٹین کے کاموں کے علاوہ بھی ماسی خوب خوب معاون ثابت ہوتی۔ دوپہر کے ٹائم چھٹی لے کر جاتی تو شام میں واپس آ جاتی۔

"لی بی صاب..... فارغ نہیں بیٹھا جاتا آپ کی حالت ایسی ہے کہ سوچا شام کے وقت بھی آ جا یا کروں بس بدلے میں دو کپ چائے پلا دیا کرو۔" یہی مرتبہ

شام میں آئی تو مالا کی حیرت دیکھ کر یہ وضاحت دینے لگی مالا کے تودل کی کلی کھل گئی اسے اور کیا چاہیے تھا بے شک ماسی دو کپ چائے کے چینی یا پوری کیتلی اس کے لیے فائدہ ہی فائدہ تھا۔

یوں ماسی نے شام میں آنا بھی روٹین بنا لیا۔ اس ٹائم وہ دوپہر کے گندے برتن دھونے کے علاوہ چائے بھی خود ہی بنانے لگی اور حیرت انگیز طور پر زبردست سی مالا تو ہر کام سے آزاد ہو گئی۔ ماسوائے کھانا لگانے کے کیونکہ ماسی شام میں صرف اس کے ہی نہیں بلکہ عبد اللہ اور مزید کے بھی دھلے کپڑے پر لیس کر جاتی تھی۔ شوز ایسے پالش کرتی کہ لٹ لٹ کر رہے ہوتے بہت آہستہ آہستہ..... مالا میں آرام پرستی سراپت کر گئی بے حد خطرناک قسم کی۔ کریمین ماسی کا وجود اسے اپنے گھر کے لیے لازم و ملزوم لگنے لگا۔



دانت پہ دانت جمائے وہ ماسی کو یہاں وہاں تیزی سے کام کرتے دیکھتا رہا۔ اس کے سامنے ماسی نے نہ صرف چائے بنائی بلکہ اس کے اور عبد اللہ کے کل سینے والے کپڑے بھی پر لیس کر دے۔ شوز پالش کرنے کے بعد عبد اللہ کے کمرے میں گھس گئی۔ کافی دیر تک وہیں رہی پھر باہر آ کر چائے کے برتن دھوئے اور مالا کے سر میں خوب رگڑ رگڑ کر خالص ماشیوں کی طرح تیل لگایا۔

"آپ نے لگوانا ہے؟" خوابیدہ سی آنکھوں کو بہ مشکل کھول کر مالا صاحبہ نے اس سے پوچھ لیا وہ ہونٹ بھینچ کر وہاں سے اٹھ ہی آیا۔

"کیا بات ہے مزید..... کافی چپ چپ لگ رہے ہیں۔" چھ بچے کے قریب وہ تیل میں نہائی کمرے میں داخل ہوئی تو وہ موڈ آف کیے بستر پر اینٹھا پڑا تھا۔

"یہ ڈیوٹی بھی ماسی کے ذمے لگا دو میرے باقی سارے کام بھی وہیں کرنے لگی ہے مجھے منانے کا کام بھی اسے سونپ دو۔" نیز مٹی نظروں سے اسے دیکھ کر وہ تڑختا تھا۔

"کمال کرتے ہیں خوا خواہ میں کیوں منہ پھلایا ہوا ہے بھلا؟" وہ اس کے قریب بیڈ پر آ بیٹھی۔

"اس لیے کہ مجھے بالکل اچھا نہیں لگ رہا کہ ایک پرانی عورت میرے گھر میں اتنی انوالو ہو۔"

"وہ محض ایک نوکرانی ہے مزید!" وہ زور دے کر بولی۔

"یہی تو سمجھانا چاہ رہا ہوں وہ نوکرانی ہے اس سے نوکرانیوں والے کام کرواؤ..... اور پلیز میرے کاموں سے پہلو تھی کرنا چھوڑ دو واحد بیوی ہو جس نے شوہر کے کام بھی ملازمہ کے سر پر ڈال رکھے ہیں مجھے چائے بنا کر دے وہ..... میرے سامنے کھانا رکھے وہ..... میرے ہاتھ میں تولیا تھمائے وہ..... مالا آج تم میرے کام سے ہزار ہوتی ہو کل کو مجھ سے بھی ہو جاؤ گی۔" مزید کے سخت سے انداز پر وہ آنکھیں پھاڑے اسے دیکھے گئی، سمجھ میں نہیں آ رہا تھا وہ اتنا کبیدہ خاطر کیوں ہو رہا ہے جبکہ وجہ بالکل بھی مدلل نہیں۔

"میں تم سے کہہ رہا ہوں مجھ سے اس نوکرانی کا اتنا زیادہ ہولڈ بالکل بھی برداشت نہیں ہو رہا۔ باپ کا گھر سمجھ کر وہ ہر کمرے میں دندناتی پھر رہی ہے اور تم بجائے اس کے سر پر کھڑے ہونے کے پڑی ہوست الوجود بن کر..... مجھے تمہاری یہ تبدیلی بہت بری لگ رہی ہے۔ مجھے وہی ایکٹو سی مالا چاہیے جو گھر کی ایک ایک چیز کو عزیز رکھتی تھی نہ کہ یہ والی کہ جس نے ضروری ضروری کام بھی ملازمہ کے سپرد کر دیے ہیں۔" وہ نان اسٹاپ بول رہا تھا اور مالا ماتھے پر شکتیں سجاتی جا رہی تھی۔ اس کے نزدیک وہ بالکل ہی بلا جواز بگڑ رہا تھا۔

"آپ نامعلوم کیوں غصہ ہو رہے ہیں جانتے بھی ہیں میری حالت کتنی خراب ہے؟"

"بس کرو....." بے اختیار وہ جھنجھلایا "فرسٹ ٹائم تھوڑی پریگنٹ ہوئی ہو اور تم سے کتنی بار کہہ چکا ہوں کہ اس عرصے میں تم ہر کام اپنے ہاتھ سے کرو خصوصاً پونچھا لگانا وغیرہ اس میں تمہارا اپنا ہی فائدہ ہے....."

"اپنے ہاتھ سے کام کرو اپنے ہاتھ سے کام کرو۔" بالآخر ضبط جواب دے گیا اور وہ عادت کے مطابق پھٹ ہی پڑی۔ بالکل مزید کے انداز میں کاپی کر کے مزید بھڑکی "آپ کہیں کی لیڈی ڈاکٹر لگے ہیں یا

داکی؟“ مزیب نے منہ اور آنکھیں کھول کر اسے دیکھا جو بھینٹا کھسک گئی تھی۔

”اپنے پاس رکھیے اپنے مشہورے میں بہتر جانتی ہوں مجھے کیا کرنا چاہیے غضب خدا کا ایک غریب عورت برداشت نہیں ہو رہی ڈاکے ڈالنے تو نہیں آئی وہ۔“

”جب ڈال جائے تب میرے آگے مت رونا۔“
”نہیں روؤں گی۔“ حالانکہ رونا تو ابھی سے آرہا تھا۔

”بے وقوف نہ ہو تو.....“ ہمیشہ کی طرح آنسو دیکھ کر مزیب دھیما پڑ گیا ”میں سمجھا تھا میری بیوی اب عقل والی ہو گئی ہے لیکن.....“

”تو کیوں کی مجھ سے شادی لے آتے کوئی انجینئر ڈاکٹر بیوی جو خود بھی عقل والی ہوتی اور آپ کے دماغ کے پیچ بھی کستی بلکہ ابھی بھی وقت ہے ایک چھوڑ گئی لے آئیں۔“ زور زور سے بول کر اپنے اندر کا تناؤ کم کر رہی تھی وہ۔

”ایک کے غرے یہاں تک لے آئے ہیں اور کئی لے آؤں..... میری جان.....“ قبل اس کے کہ وہ کوئی من پسند جسارت کرتا باہر عبداللہ کی پکارنے دونوں کو چونکا دیا۔ دونوں ہی باہر بھاگے تھے۔

☆☆☆

رہائشی حصہ سارا غباروں سے بھرا لٹکا منظر پیش کر رہا تھا چھتوں سے بھی غبارے اور جھنڈیاں لٹک رہی تھیں اور عبداللہ سر پر ٹکونی ٹوپی سجائے سب بچوں میں راجا اندر بنا پھر رہا تھا۔ مالا کے میکے سے ایک ایک فرد خوشیوں کو دو بالا کرنے کے لیے یہاں موجود تھا۔ مزیب کی بھی دو ایک قریبی رشتے دار شریک تھیں جبکہ آپا نے تو سب سے پہلے فون پر مبارکباد دے دی تھی۔ مالا بیٹے کی سالگرہ کا صحیح لطف لینے اور دینے کے لیے صحیح معنوں میں سستی بھگائے ایک ٹوٹی پھر رہی تھی۔ مزیب اپنے دونوں سالوں کے ساتھ خوش گپیوں میں مگن تھا اور اس شور و غول اور ہنگامے میں... کریمین ماسی کی پھرتیاں کسی بھی آنکھ سے پوشیدہ نہیں رہی تھیں۔ کئی بکھیرے تھے

ماہنامہ پاکیزہ

آج کے جو ماسی کے ہاتھوں سٹ سنور رہے تھے تو حقیقتاً شاک میں تھی کہ یہ شاہکار ماسی مالا کے ہاتھوں لگی کیسے.....؟

”ادل بدل کر لیتے ہیں میری والی اپنے گھر سے یہ مجھے دے دو۔“ سب کے سب بیٹھے کر اس نے مالا سے نہایت خوشامدی لہجے میں کہا تو سب کی ہنسی چھوٹ گئی۔ مالا نے زبان چڑا کر اسے ہری جھنڈی دکھائی تھی۔

”واقعی بھئی مان گئے..... تمہاری ماسی کی کیا بات ہے؟ پورا گھر سر پر اٹھا رکھا ہے۔“ چھوٹی بھالی بھی رخصت المسان تھیں۔ ان کی دیکھا دیکھی باتی سب بھی شرمندہ ہو گئے۔ مرد بھی ادھر متوجہ ہو گئے تھے۔ مالا کا خوشی سے تھمتانا چہرہ دیکھ کر مزیب کو ہنسی آرہی تھی۔

”میرا خیال ہے خواتین نیکیاں بعد میں کھائے پہلے ایک کاٹنے کا عمل ہو جائے کہ میرا بیٹا کافی بے چین ہو رہا ہے۔“ بالآخر مزیب کے اعلان یہ کہنے پر سب نے کریمین نامہ بند کیا اور بڑی سی ٹیبل کے گرد اسٹول ہو گئے۔ جہاں عبداللہ نے تالیوں کی گونج اور پی پی کے ڈے کے شور میں کیک پر چھری پھیری ہر جانب مبارک سلامت کا شور بلند ہو گیا۔

مالا کے امی ابو نے ہزار ہزار کے نوٹ عبداللہ تھمائے باقیوں نے بھی قیمتی تحائف دیے تھے۔ اس کے بعد کھانے پینے کا دور شروع ہو گیا رملہ سب چھوٹے بچوں کو اکٹھا کیے ٹی وی کے آگے جاتیشھی جس پر لگے کارٹون نیٹ درگ کی وجہ سے بچوں کی شور بیدہ سری میں کی آئی تھی درتو تو اودھم مچا رکھا تھا سب نے۔ سالگرہ کا فنکشن ہمیشہ سے زیادہ شاندار رہا تھا کہ کریمین کا ساتھ تھا۔

کھانا کھانے کے نور بعد اس نے سارے برتنوں کا انبار دھو کے لاؤنج کی حالت بھی بہتر بنائی تھی سب کی تو صحنی نظریں اس کا طواف کر رہی تھیں۔

”یہ تو رو بوٹ ہے کوئی ذرا بھی نہیں تھکی۔“ مالا نے گردن اکر کے مزید کی جانب سے کی گئی یہ تعریف اپنے کھاتے میں ڈالی۔

”اچھا بھئی بچو..... بہت دیر ہو گئی اب گھر چلنے کی

کریمین بچوں کے اودھم نے میرے تو سر میں درد کر دیا ہے۔“ سر تھام کر امی نے گپوں میں گمن بہو دوں بیٹوں کو مخاطب کیا تھا تب ہی کریمین ہاتھ پونچتی ان کے سامنے آکھڑی ہوئی۔

”بی بی صاب..... آپ اجازت دو میں آپ کے سر میں ایسی مالش کر دوں کہ سر کا درد منٹوں میں بھاگ جائے گا۔“

”ہاں ہاں کیوں نہیں ماسی۔“ مالا نے ہوتی بنی ماسی کو کچھ سوچنے کا موقع ہی نہیں دیا اور خود ہی تیل کی بوتل بھی اٹھالائی۔ امی بے چاری کو کچھ کہنے کا موقع ہی نہیں ملا اور کریمین کسی پیشہ ور ماسی کی طرح شروع ہو گئی۔ امی نے بہتیرا کہا۔

”ارے رہتے دو..... رات کا نام ہے۔“ پر مالا کے جوش کے آگے ان کی ایک نہ چلی۔
”امی گرمیاں ہیں کچھ نہیں ہوتا بلکہ تراوٹ لے گی دماغ کو۔“ اور واقعی اگلے پانچ منٹوں بعد امی کی زبان سے پھولوں کی صورت دعائیں جھڑ رہی تھیں۔

”کریمین اللہ تمہیں سکھ دے پڑھا ہے کاسکون دے تمہارے دن پھیرے۔“ ایسی قیمتی دعائیں تھیں کہ کریمین کے ہاتھوں میں قدرتی طور پر تیزی آگئی اور پھر جب بیس منٹ کے بعد کریمین فارغ ہوئی تو امی باقاعدہ جھوم رہی تھیں۔

”چھوٹی دہن..... کل سے تم سر درد کی وجہ سے بے حال ہو مالش کروالوچ میں سکون مل جائے گا۔“ امی کی بات سن کر اٹھنے کے لیے برتوتی کریمین دوبارہ بیٹھ گئی۔ چھوٹی بھالی قدرے جھجک کر کریمین کے پاس آگئیں۔ اس کے بعد بڑی بھالی اور مزہ نے بھی دماغ کے پرت کھوا لیے۔ غزل اور رملہ رہ گئی تھیں کہ جنہیں سر پہ تیل لگانے کی تو عادت تھی بر مالش کی نہیں۔

”ارے مزہ آگیا“ کریمین تمہارے ہاتھوں میں توجا دو ہے۔“
”کالا جادو۔“ بڑی بھالی کے تو صحنی جملے کے بعد مزیب نے بڑبڑا کر کہا تھا۔

”اب ایسا ہے کہ ہفتے میں ایک دن تم ہمارے گھر

بھی حاضری دیا کر ڈاکٹر شیل لگانے کے لیے۔“ چھوٹی بھالی نے لٹخوں میں فیصلہ بھی کر لیا۔ کریمین نے بخوشی سر تسلیم خم کیا تھا۔

”ماشاء اللہ خواتین آپ اپنی دو گھنٹے کی تیاری پر تیل پھیرنے کے لیے کیسے رضامند ہو گئیں؟“ چھوٹے بھیا نے تک سب سے تیار خواتین کو دیکھا کہ جو چڑے بالوں کے ساتھ عجیب منظر پیش کر رہی تھیں۔

”میں تو کہتی ہوں اسفند آپ بھی لگوائیں بچی دماغ کھل جائے گا۔“

”مجھے معاف کرو۔“ چھوٹے بھیا نے بیوی کی آفر پر جھٹ کان پکڑے تھے۔

”بالکل مالا کی طرح..... اس کا بھی بس نہیں چلتا پکڑ کر مجھے کریمین کے حوالے کر دے۔ دماغ کو تراوٹ پہنچانے کے لیے۔“ مزیب نے بھی ازراہ شرارت کہہ ڈالا مالا بس گھور کر رہ گئی۔ بعد ازاں سالگرہ کی باقیات سمیٹنے میں مدد کر دوانے کے بعد پیارے پیارے مہمانوں کا یہ قافلہ اپنے گھروں کو روانہ ہوا۔

”کیا بات ہے..... بڑی خوش نظر آرہی ہو ایوں گویا عبداللہ کی نہیں تمہاری سالگرہ ہو۔“ رات میں مزیب کے پہلو میں براجمان ہوئی تو وہ اس کے کھلکھلاتے چہرے پر حصار باندھ کر پوچھنے لگا۔

”بیٹے کی سالگرہ پر خوش نہیں ہونا چاہیے کیا؟ اور جناب اضافی خوشی اسی وجہ سے ہے کہ سب کو میری نوکرانی بہت پسند آئی۔“

”ادا گاڈ..... اومانی گاڈ۔“ مزیب نے کروٹ بدلنے میں دیر نہیں لگائی تھی۔

☆☆☆

دیکھتے ہی دیکھتے آسمان کالی گھٹاؤں کی زد میں آگیا تھا۔ اچانک چلنے والی ٹھنڈی بادیم دل و دماغ معطر کر گئی۔ ماہ اگست کا مخصوص جس بس ختم ہی ہونے والا تھا۔ موسم کی خوبصورتی سے آنکھ چرائے وہ قدرے بیزار لاؤنج کے صوفے پر نیم دراز تھی۔ دماغ میں غنبد بھری ہوئی تھی اور وہ عبداللہ کا سوچ کر زبردستی اسے جھٹک رہی تھی کہ جو آج سونے پر آمادہ ہی نہیں تھا ساڑھے تین

توجہ گئے تھے۔

”ماما.....“ معادہ اسپتال سے بھاگتا لاؤنج میں داخل ہوا۔

”مجھے ٹوکھی روپیہز دیں میں نے پٹانے لینے ہیں۔“ وہ ضدی پن سے بولا حالانکہ ابھی چند لمحے قبل مالانے اسے سختی سے منع کیا تھا۔ اس بار چودہ اگست کی خوشی پٹانے پھوڑ کر نرالے طریقے سے منائی جا رہی تھی مالانے ایک بار پھر سختی سے منع کیا۔

”ماما پلیز پلیز لینے دیں ناں بس لاسٹ ٹائم پھر نہیں لوں گا۔“ مالا کو اجازت دیتے ہی بنی بنی روپے اسے پکڑتے ہوئے جلدی گھر آنے کی تاکید بھی کی۔ یوں بھی عبداللہ گھر ہی میں رہنے والا بچہ تھا ہر کہیں جانا ہوتا تو مزیب ہمراہ جاتا اس پاس کی دکانوں پر بھیجے سے بھی مالا کا دل ہولتا تھا۔

”جلدی آ جانا۔“ اس کی بات پوری ہونے سے پیشتر ہی عبداللہ ہوا کے گھوڑے پر سوار باہر بھاگا تھا۔ وہ لمبے لمبے سانس کھینچتی صوفے پر لیٹی ہی تھی کہ کریمین آگئی۔

”کریمین..... عبداللہ باہر چیز لینے گیا ہے تم ذرا اس کے پیچھے جاؤ مین روڈ کے درمیان میں چلتا ہے برتن واپس آ کر دھولینا۔“ مندی مندی آنکھوں کے ساتھ کریمین کو کہا وہ اثبات میں سر ہلاتی چلی گئی۔ دس منٹ پہ مشکل وہ ان کے انتظار میں جاگی اس کے بعد خبر بھی نہ ہوئی اور ارد گرد سے غافل ہو گئی۔ باہر دھواں دھار بارش برتی رہی اور وہ ایک جہاں سے بے خبر سوئی رہی۔

☆☆☆

آنکھ کھلی تو طبیعت کا بوجھل پن کم ہونے کے بجائے عروج پر پہنچ چکا تھا لاؤنج میں تاریکی کسی عفریت کے مانند پھیلی ہوئی تھی۔ چند لمحے تو اسے مندی آنکھیں وا کرنے میں لگ گئے۔

”پتا نہیں میں کتنا سو گئی؟ نہ جانے ٹائم کیا ہو رہا ہوگا؟“ آہستہ آہستہ حواس بھی جاگ ہی گئے۔ پلٹھرے بالوں کو کچھ میں جکڑنے کے بعد اس نے لاؤنج کی

ماہنامہ پاکیزہ

156

لائسنس آن کیس اور جب وال کلاک پر نظر ڈالی تو چونک کر ہی گئی۔

”سواسات..... اوگا ڈ.....“ دماغ ہی گھوم گیا تھا سوچ کر کہ وہ اتنی دیر تک سوئی..... شاید اس بات سے بے خبر تھی کہ آج وقت کسی اور کا ہم قدم ہو گیا ہے..... کسی نے اپنی چال میں کامیاب ہونا ہی تھا کہ صبح پا گیا۔

”عبداللہ..... عبداللہ کہاں گیا؟“ برتی رو سے دوڑ گئی تھی اندر دیوانہ وار اس نے سارا گھر کھنگال ڈالا ایک ایک چپہ..... عبداللہ کی خاک بھی نہ ملی۔

”پٹانے لینے کا کہہ کر گیا تھا اتنی دیر تو کبھی نہیں لگا لی..... تم میں نے کریمین کو بھی ساتھ کیا تھا پھر بھی..... پھر بھی.....“ کہاں کی سستی اور کہاں کا بوجھل پن..... عبداللہ..... عبداللہ..... کی گردان لگائے وہ سارا گھر دوسری بار بھی چھان آئی پر عبداللہ نہ ارد۔

”کہاں چلا گیا؟“ دوسو سے سیاہ ناگ بن کر چھین پھیلا چکے تھے اندیشے دل کے حکمران بن گئے دوڑتے ہوئے ہانپتے ہوئے وہ بیرونی گیٹ تک پہنچی کہ جو کھلا تھا۔ ذرا سا سر نکال کر باہر دیکھا گھورا اندھیرا منہ پھاڑنے لگنے کو تیار کھڑا تھا۔ ہمیشہ وہ ہی اپنے گیٹ کے اوپر کی شید پر لگی ٹوب لائٹ آن کرتی تھی تاکہ مزیب کی طرف سے سخت ستنے کو نہ ملیں کہ وہ بھی دیگر کنبوس کھلے داروں کی طرح بجلی کی بچت بس یہی باہر کی لائٹ ہی بند کر کے کرتی ہے۔ پر آج..... وہ خود ہی نہیں قسمت بھی سو گئی تھی شاید۔

گیٹ یونہی کھلا چھوڑے وہ اٹنے قدموں اندر بھاگی سانس تیز تیز چل رہی تھی اور آنسو رخسار بھگوئے جا رہے تھے لرزتے کانپتے ہاتھوں کے ساتھ اس نے آس پاس کے ہر اس گھر کا ل کر کے عبداللہ کا پوچھا کہ جہاں وہ موجود ہو سکتا تھا پر مایوسی ہی مایوسی نصیب ہوئی۔

”یا اللہ..... یا اللہ میرے عبداللہ کو کچھ نہ ہو..... اسے خیریت سے مجھ تک پہنچا۔“ اس کے بعد میسکے کا نمبر ملا یا اور ابو کی آواز سنتے ہی بھل بھل رو کر انہیں عبداللہ کی گمشدگی کا بتایا وہ فوراً پریشان ہوئے تھے۔

اکتوبر 2006ء

”تم حوصلہ رکھو ہم آرہے ہیں۔“ انہوں نے کہا۔ سب سے آخر میں بچکیوں کے بیچ اس نے مزیب سے آفس کا نمبر ملا کر اسے اطلاع دی تھی۔

”کہاں جا سکتا ہے معادہ یہ کے پاس ہوگا وہاں پتا کیا؟“ وہ اس کے رونے سے پریشان ہو گیا تھا معادہ یہ ہمسایوں کا بچہ تھا اور عبداللہ کا دوست بھی۔

”پتا کیا ہے ایک ایک گھر میں پتا کیا ہے..... کہیں نہیں ہے۔“ مزیب پوچھنا چاہتا تھا ”تم کہاں تھیں اس وقت؟“ لیکن اس کی حالت کے پیش نظر ”میں آتا ہوں“ کہہ کر موبائل آف کر دیا۔

لیج ٹائم میں ہی وہ اسے کہہ آیا تھا کہ رات دیر سے آئے گا اور ابھی بھی وہ بزدانی صاحب کے یہاں بزنس انفرز کی وجہ سے موجود تھا کہ اس دھماکا خیز اطلاع نے حیات مفلوج کر دیں۔ وہ آندھی طوفان کو مات دیتا گھر پہنچا تو امی ابو اور بڑے بھیا چھوٹے بھیا پہلے سے وہاں موجود تھے۔ مزیب کی نظریں روتی بلکتی مالا پر گئی تھیں۔

”کیسے ہوا..... اس ٹائم تو وہ کبھی باہر جاتا ہی نہیں؟“ سب کے پریشان چہروں سے نظریں چرا کر وہ ڈائریکٹ مالا سے پوچھ رہا تھا لیکن وہ گھٹنوں میں منہ دبے روٹی رہی بس۔

”میرا بچہ چاہیے مجھے عبداللہ.....“ وہ سراٹھا کر از حد لجاجت سے بولی امی نے آگے بڑھ کر سینے سے لگا لیا مزیب گہری ٹھنڈی سانس بھرتا بڑے بھیا کی جانب متوجہ ہوا جو کہہ رہے تھے۔

”پہلے اپنی طرف سے ڈھونڈنے کی کوشش کرتے ہیں بچہ ہے آس پاس کی کسی کالونی تک نہ چلا گیا ہو خدا نخواستہ کامیابی نہ ہوئی تو پولیس کو مطلع کریں گے۔“ مزیب کے اندر تک ٹھکن اتر گئی تھی وہ ان کے نکلنے سے پہلے باہر چلا گیا لیکن..... دو گھنٹوں تک بھی کوئی نشاندہ ہی نہ ملی تو ابو نے پولیس میں رپورٹ درج کرادی۔ اگلے چند لمحوں تک شہر کی تاکہ بندی کرادی گئی تھی اور باقاعدہ انسپیکر پر اعلان کرایا جا رہا تھا۔

”سٹی مجسٹریٹ ملک رازق اختر کا نواسا عبداللہ مزیب اغوا ہو گیا ہے ساری پولیس چوکیاں الرٹ

ماہنامہ پاکیزہ

157

ہو جائیں۔“ مالا کو بے ہوشی کے دورے پڑ رہے تھے۔ وہ ”عبداللہ..... میرا عبداللہ“ کرتی ہوش میں آئی اور پھر بے ہوش بھی ہو جاتی۔ اسے سنبھالنا مشکل ہونے لگا تو مزیب نے سکون آور انجکشن لگوا دیے خود اس کی اپنی حالت بھی غیر ہو رہی تھی۔

رات سے صبح اور صبح سے پھر رات ہو گئی پر کہیں سے بھی اشارہ نہ ملا کہ عبداللہ وہاں ہے..... اور وہ کہاں ہو سکتا ہے؟ یہ سوچ سوچ کر مزیب کا دماغ شل ہو گیا۔

☆☆☆

تین دن ہو گئے تھے اور تین دنوں میں کوئی بھی خوش کن خبر محض فریب دینے کے لیے بھی اشارتا نہیں ملی تھی۔ یوں لگ رہا تھا جیسے تین دن نہیں تین صدیاں بیت گئی ہوں۔ مالا کی جسمانی و ذہنی حالت نہایت اہتر تھی بیٹھے بیٹھے ہی اچانک چلانے لگتی۔

”میرے بچے کو مار ڈالا ہوگا ان ظالموں نے..... مر گیا ہوگا وہ..... زندہ ہوتا تو مل نہ جاتا۔“ اسے سنبھالنے والے خود بھی سسکیاں بھرنے پر مجبور ہو جاتے۔

پولیس کے ہائی الرٹ ہونے کے باوجود بھی مایوسی مگلے پڑ رہی تھی ایسے میں مالا ہی نہیں مزیب بھی اندوہناک سوچوں کا شکار ہو رہا تھا۔

”پتا نہیں کہاں ہوگا..... کس حال میں ہوگا؟“ میرے بغیر ایک رات بھی کہیں نہیں ٹھہرتا تھا اور اب..... مسلسل گریہ زاری کی وجہ سے گلا ہی بیٹھ گیا تھا۔ نہ کھانے کا ہوش نہ پینے کا مزیب نے اپنے سامنے بٹھا کر لقمے کھلائے پر یہ سوچ دماغ پر اس قدر حاوی ہوئی کہ نامعلوم عبداللہ نے بھی کچھ کھلایا ہوگا یا نہیں..... نوالے حلق میں کانٹے بن کر جا چھبے..... اس نے کھانے سے ہی ہاتھ کھینچ لیا۔

تین دن متواتر دوسو سو کی زد میں رہنے کے بعد اس رات بالآخر اغوا کاروں کا فون آئی گیا۔ اتفاق ہی تھا کہ مزیب اور ابو اس وقت گھر پر موجود تھے۔ امی دونوں بھائیوں رملہ اور مزینہ سوگواریت کا سہیل بنی بیٹھی تھیں اور مالا وقتاً فوقتاً سسکیاں لے رہی تھی جب پی ٹی سی ایل فون سیٹ کی بیل گونج اٹھی۔ مزیب نے تیسرے

اکتوبر 2006ء

تیل پر ریسیور کان سے لگایا تھا اور بے دلی سے پہلو کہنے کے فوراً بعد ہی اس کے چہرے کے تاثرات یککھت سخت ترین ہو گئے۔

”کون ہو تم لوگ اور میرا بچہ کس مقصد کی خاطر اغوا کیا ہے؟“ اس کے غرا کے پوچھنے پر سبھی کے حواس ہوشیار ہو گئے تھے ابو تو مزید کے قریب آکھڑے ہوئے..... مالا بھی تیزی سے صوفہ چھوڑ کر اس کے پاس آئی تھی۔

”بات کراؤ میری اس سے۔“ مزید نے درشتی سے یہ کہا تو مالا اس کا کندھا جھنجھوڑنے لگی۔

”مم..... میں بات کروں گی مجھے آواز سنی ہے اپنے بیٹے کی فون مجھے دیں۔“ وہ بے قابو ہو رہی تھی مزید نے اسے آہستگی سے پیچھے ہٹایا تھا۔

”واٹ..... بیچاس لاکھ۔“ یقیناً یہ ان کی ڈیمانڈ تھی ہر فرد اپنی جگہ دل تھام کر رہ گیا اور تاوان بتانے کے بعد سلسلہ بھی منقطع ہو گیا تھا۔

”وہ لوگ تاوان طلب کر رہے ہیں اور.....“ ریسیور بیچ کر مزید قریبی صوفے پر ڈھس گیا۔ بری طرح سے پیشانی مسل کر اس نے اندر کا اضطراب کم کرنا چاہا تھا۔

”منع کر رہے تھے پولیس کو اطلاع نہ دوں دوسری صورت میں.....“ اتنا کہہ کر وہ دانستہ چپ ہو گیا۔

”کمرے میں کئی نسوانی سسکیاں گونج اٹھی تھیں۔“

”جو اس کر رہے تھے اب تو لازمی پولیس کو بتانا پڑے گا کسی نہ کسی طرح سے انہیں ٹریس کرنا لازمی ہے، صبر اور حوصلے سے کام لینا ہوگا، چلو مزید..... ابھی چلتے ہیں اے ایس پی نواز کے پاس۔“ ابو نے اچھا خاصا مشتعل ہو کر کہا تھا۔ مزید بلاتا خیران کی ہمراہی میں باہر نکل گیا۔ پیچھے مالا غش کھا کر گری گئی۔

☆☆☆

”مالا اپنے کمرے میں ہے بیٹا..... سو گئی تھی تو میں باہر آگئی۔“ رات بارہ بجے کے قریب وہ آیا تو امی نے کھانے کا پوچھنے کے بعد مالا کے متعلق بتایا وہ اثبات میں سر ہل کر رہ گیا۔ دونوں بھابھیاں رات کے ٹائم اپنے ماہنامہ پائیزہ

گھر روانہ ہو جاتی تھیں۔ امی البتہ بیٹیں رہ رہی تھیں۔ بے حد تھکا تھکا حال سا وہ بیڈروم میں داخل ہوئے سامنے ہی مالا آنکھیں وا کیے چت لٹی ہوئی تھی۔ مزید نے اگرچہ بہت آہستگی سے آیا تھا لیکن مالا نے فوراً گھبرا کر گھما کر اسے دیکھا تھا اور نہایت پھرتی سے اٹھ کر اس تک آئی تھی۔

”مزید.....“ اس کے دونوں کار کھسوت کر رہے تیزی سے بولی ”آپ..... آپ دے دیں پیسے جتنے بھی کہتے ہیں سارا دے دیں گھر بیچ دیں میرے زبیر سے جائیں لیکن..... لیکن پولیس میں اطلاع نہ دیں انہوں نے دھمکی دی ہے ناں پولیس کو بتانے پر وہ میرے عبداللہ کو مار ڈالیں گے۔ نہیں مزید..... نہیں آپ جلدی سے پیسوں کا انتظام کر کے انہیں دیں۔ جلدی..... پولیس کی مدد کے بغیر..... سن رہے ہیں ناں انہوں کے کار ہاتھوں میں جکڑ کر وہ ہانپ ہانپ کر بول رہی تھی۔ آنکھیں تو اتر سے آنسو چھلکا رہی تھیں۔ مزید نے بغور اسے دیکھنے کے بعد اس کے ہاتھوں سے اس کی شرٹ آزادی تھی۔

”مالا.....“ پھر اس پر بے رونق و بے تاثر نظریں جما کر بولا تو آواز شدت کرب سے بھاری ہو رہی تھی۔

”تم..... تم ہونا اس سارے کراسس کی ذمے دار..... مانتی ہونا..... یہ ساری ٹریجڈی صرف اور صرف تمہاری وجہ سے پھیلی ہے..... ہے ناں.....“

مالا کو لگا اس کے پیروں تلے سے زمین کھسک گئی تھی آنکھیں پھاڑے غیر یقینی میں گھرے..... وہ اسے دیکھے گئی جو بیٹیا حواس باہر بھول آیا تھا۔

”منع کیا تھا ناں میں نے تمہیں..... بہت شدت سے بہت بار..... ہر روز..... مجھے جڑ ہوتی تھی اس عورت کا اپنے گھر میں انوالو ہونے سے لیکن تم نے ہمیشہ کی طرح میری بات ماننے لائق ہی نہیں سمجھی..... ظاہر ہے تم مجھے کسی لائق جانتیں تو میری بات کو بھی اہمیت دیتیں..... ایک انجان عورت کو اتنا سر پر چڑھا لیا کہ وہ میری سب سے قیمتی متاع لے بھاگی..... سوچی بھی اسکیم کے تحت ڈاکا ڈالنی زبیر لے جاتی تو میں تمہیں معاف کر دیتا

کر کے..... وہ وہیں قالین پر ڈھری ہو کر کھٹی کھٹی سسکیاں لیتی رہی۔

☆☆☆

ابو کے تعلقات صرف اے ایس پی تک نہیں بلکہ ضلعی ناظم اور ایم این اے تک ان کی رسائی تھی۔ خود تو سیاست میں عملی طور پر حصہ نہیں لیتے تھے لیکن ناظم اور ایم این اے کی جیت میں کسی حد تک ان کا بھی ہاتھ ہوتا تھا۔ اس کی بڑی وجہ ان کی جاگیر دارانہ حیثیت تھی۔

یوں..... عبداللہ کی بازیابی کے لیے شہر کی پولیس کو ایک پاؤں پر کھڑا ہونا پڑ گیا اور اغوا کاروں کی قسمت کی تاریخی کہ انہوں نے تاوان کی طلبی کے لیے فون کو ذریعہ بنایا۔ یہی فون کالز ان کے گلے کا پھندا بن گئیں۔ ان کالز کو ریکارڈ اینڈ ٹریپ کر کے دو ہفتوں کے اندر پولیس اس گروہ کے ٹھکانے پر اسے اریسٹ کرنے کے لیے موجود تھی۔

چھ سات نو جوانوں کے اس گروپ کے لیے کریمین ایک اہم پرزہ تھی جو نہ جانے کتنے گھروں کے چراغ ہڈا کر ان کی لوہم کرنے یا سرے سے بجھانے کا سبب بنی تھی اور اس بات پر مزید شکر پڑتے تھک نہیں رہا تھا کہ بے شک عبداللہ کی کنڈیشن بہت خراب تھی خوف کے انٹ نقوش تھے جو اس کے دل و دماغ پر مثبت ہو گئے تھے لیکن بہر حال وہ زندہ تھا اور ان سب کے نزدیک یہ اللہ تعالیٰ کا انعام تھا۔

پہلے پہل تو یہ سن کر کہ فون کالز جس علاقے کے پی سی او سے کی جاتی تھیں وہ صوبہ سرحد کا علاقہ تھا مزید کے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ کہاں میران شاہ جہاں عبداللہ کو لے جایا گیا تھا اور کہاں ان کا شہر..... سارے سفر کے دوران مزید کا خون خشک رہا تھا۔ جان سلب کر دینے والے خیالات تمام راستہ حاوی رہے تھے لیکن کوئی تو تنگی ہوگی ان کی جو اللہ کے یہاں قبولیت کے درجے تک پہنچی ہوگی بھی تو زندہ سلامت عبداللہ کو اپنے سامنے دیکھ کر مزید کی آنکھیں فرط مسرت و شکر کے نم ہو گئیں۔ کتنی ہی دیر تک وہ عبداللہ کو سینے سے لگائے چومتا رہا تھا۔ چونکہ عبداللہ کی گمشدگی کی خبر کیبل پر بھی دی گئی

لیکن وہ تو میری سب سے اہم دولت لے اڑی..... بولو مالا میں اس کا حساب تم سے کیسے لوں؟“ سرد سے لہجے میں بولتا وہ انتہا درجے کا کٹھور لگ رہا تھا۔ ہر فیلے لہجے نے مالا کا وجود بھی ٹھنڈا کر دیا تھا۔ ایک ایک لفظ اندر کہیں تیر بن کر پیوست ہوا تھا اور وہ حقیقتاً درد سے بے حال ہو گئی لیکن سامنے کھڑا محبوب شوہر اس کی حالت سے بے نیاز اپنے اندر کا غبار باہر نکالتے تھک نہیں رہا تھا۔

”مالا..... تم تو اپنا درد دہنا دکھ آنسوؤں کی صورت ایک ایک کے سامنے بہا کر بیان کر دیتی ہو مجھے بتاؤ میں اپنے اندر کا غم کس کے سامنے ظاہر کروں..... کس کے کندھے پر سر رکھ کر روؤں کہ صرف مالا کی ہی نہیں میری بھی زیست بے رنگ ہو گئی ہے۔ مجھے بھی اپنے اولاد کے کم ہونے کا اتنا ہی غم ہے جتنا کہ تمہیں۔“ اب کی بار وہ بے حد شکستگی اوزھ کر بولا تھا۔ مالا کے آنسو بے آواز جھرجھرتے رہے اور وہ جو اس کے آنسو دیکھ کر بے قرار ہوا تھا اس وقت کٹھور بنا کسی اور دیس کا باسی لگ رہا تھا۔

”آپ..... آپ کیا کہہ رہے ہیں مزید؟“ بددقت تمام وہ آواز نکال پائی تھی۔

”وہی جو تم سن رہی ہو..... اور سمجھ رہی ہو مالا بیگم تم اتنی تو نا سمجھ یا کم عمر نہیں ہو کہ اندازہ ہی نہ کر سکو میری سخت ناپسندیدگی کا..... جس عورت سے میں خار کھاتا تھا اسے تم نے صبح شام میرے گھر کا رستہ دکھا کر اس کے منصوبے کے لیے راہیں ہموار کیں..... یہیں نہیں اس شام عبداللہ کے ہمراہ چیز لینے بھی اسے بھیجا اور خود گہری نیند سو گئیں جیسے وہ اپنے باپ کی رشتے دار کے ہمراہ ہو۔“ مزید کے شرر بار الفاظ کی گرج میں وہ ”نہیں..... نہیں“ تو اتر سے کتنی چلی گئی۔

”یاد رکھو..... اگر عبداللہ کو اتنا سا بھی کچھ ہوا..... اتنا سا بھی۔“ مزید نے انگوٹھا اور انگلی ملا کر کہا تھا ”تو میں تمہیں کبھی بھی معاف نہیں کروں گا“ بھی بھی نہیں۔“ جتنی خاموشی سے وہ کمرے میں آیا تھا اس سے کہیں زیادہ تیزی سے وہ باہر گیا تھا مالا کو بے جان

تھی علاوہ اخبارات کے سارے شہر کے علم میں تھا کہ شی
مجموعیہ کا نواسا اغوا ہو گیا ہے اور اب جب اس کی
بازیابی ہوئی تو ایک عالم نے خوشی کا اظہار کیا۔

جس وقت مزیب کی گاڑی اپنی اسٹریٹ میں
داخل ہوئی گھر کے اندر موجود خواتین میں ہلچل مچ گئی مالا
ننگے پیر اور سرگلی میں بھاگی آئی۔ یقین ہی نہیں آ رہا تھا
کہ عبداللہ واپس آ گیا ہے۔ وہ اسے چوم چوم کر تھک
نہیں رہی تھی جو خود ممکن اور خوف کے زیر اثر ادھ مواسا
ہو رہا تھا۔ بہت خوبصورت دن تھا۔ روشن اور چمکیلا.....
سب نے مل کر اس روشنی کے سبب پیدا کرنے والے کا
شکرانے کے نوافل پڑھ کر شکر یہ ادا کیا تھا۔

☆☆☆

عبداللہ کی خیریت سے آمد کے بیسویں روز امی نے
بھی گھر جانے کا قصد کر ہی لیا۔ کافی دن ہو گئے تھے
انہیں مالا کے یہاں رہتے ہوئے۔ اب رملہ کے
بلاؤں میں شدت سی آئی تو انہیں مزیب سے اجازت
لیتے ہی بنی یوں بھی اب مالا ہی نہیں عبداللہ بھی قدرے
سنبھل گیا تھا۔

”امی..... میں اور عبداللہ بھی آپ کے ساتھ چلیں
گے۔“ بڑے بھیا امی کو لینے آئے بیٹھے تھے جب مالا
نے اچانک ہی کہہ کر صرف مزیب کو ہی نہیں امی اور
بڑے بھیا کو بھی چونکنے پر مجبور کر دیا۔

”کیوں.....؟“ مزیب کے لبوں سے یہ لفظ ادا
ہوتے ہوتے رہ گیا جبکہ امی نے ابرو چڑھا کر حیرت
سے پوچھا۔

”بس یوں ہی... اس نے بے پروائی جتنی
چاہی جانتی تھی مزیب کی گہری نظریں اس کا احاطہ کیے
ہوئے ہیں اور وہ بھی بخوبی جانتا تھا کہ مالا میکے جانے کا
کیوں کہہ رہی ہے؟ جب سے عبداللہ کے اغوا کا الزام
اس نے اس کے سر پہ ڈھرا تھا تب سے آج تک وہ اس
سے بے اعتنائی برت رہی تھی۔ کتراتی پھر رہی تھی اتنا کہ
پات تک نہیں کر رہی تھی..... لیکن امی تو یہ سب نہیں جانتی
تھی تب ہی ایک دم تند سے لہجے میں بولیں۔

”دماغ خراب ہو گیا ہے تمہارا..... اتنے عرصے

ماہنامہ پاکیزہ

کے بعد تو گھر میں سکون کی لہر دوڑی ہے سب مطمئن
ہوئے ہیں تمہارا میکے آنے کا کیا جواز بنتا ہے؟ مزیب
تنگ ہو گا یہاں اکیلے۔“ مارے غصے کے مالانے ہونٹ
بھینچ لیے۔

”بغیر جواز کے میں میکے نہیں آ سکتی کیا؟“ صدے
کے باعث آواز بھرا گئی۔

”کوئی بات نہیں امی میں تنگ نہیں ہوں گا آپ صبح
مت کریں۔“ گہری سانس لینے کے بعد مزیب نے
آہستگی سے کہا تو بڑے بھیا بھی حمایت کرنے لگے۔ مالا
کے آنسو بس بہنے کو تیار تھے جبکہ امی کا موڈ سخت آف
ہو گیا تھا۔

”میں نہیں جاؤں گا میں پاپا کے پاس رہوں گا۔“
دقتاً مزیب کی گود میں کب سے چپ بیٹھا عبداللہ بول
اٹھا۔ امی نے عجیب سی نظروں سے مالا کو دیکھا۔ گویا کہہ
رہی ہوں ”اب بولو۔“

”ٹھیک ہے گڑیا ابھی عبداللہ کا دل نہیں چاہ رہا
اگلے ہفتے یا اس کے بعد پروگرام بنالینا۔“ بڑے بھیا
نے اس کے سر پر ہاتھ پھیر کر نرمی سے تسلی دی تھی کہ جو
بالکل بچھ سی گئی تھی۔ امی کا سارا غصہ اس کا اترا چہرہ دیکھ
کر کانور ہو گیا تھا۔ جاتے وقت اسے خوب تسلی دے گئی
تھیں۔

”اگلے ہفتے میں خود لے جاؤں گی اپنی بیٹی کو۔“
ان کے جانے کے بعد ایک دم گھر میں سناٹا سا اتر آیا۔
مالا بھاری دل کے ساتھ کچن سمیٹتی رہی پھر عبداللہ کے
پاس جا لی۔ جب سے عبداللہ واپس آیا تھا وہ اس کے
گھرے میں سونے لگی تھی۔ امی کو یہ کہہ کر مطمئن کیا تھا
کہ عبداللہ ابھی اکیلے سونے کے تصور سے خوفزدہ ہے۔
نیند میں ڈر کے اٹھ جاتا ہے اسی وجہ سے..... پر آج.....
عبداللہ کو سوئے بہ مشکل آدھا گھنٹا ہوا ہوگا کہ مزیب ہلکی
سی دستک دے کر اندر آ گیا۔ مالا نے جھٹ آنکھیں بند
کر لی تھیں۔

”مالا..... اگر جاگ رہی ہو تو پلیز ایک کپ چائے
بنادو سر میں شدید درد ہو رہا ہے۔ کوئی پن کٹر بھی لیتی
آنا۔“ جانتا تھا وہ جاگ رہی ہے بھی نرم سے لہجے میں

اپنا مدعا بیان کر کے واپس پلٹ گیا۔
”خود نہیں بنا سکتے میرے سر پر آگئے جانتے بھی
ہیں میں ناراض ہوں“ وہ اندر ہی اندر کھستی رہی پر حکم
ماننے بنا بھی چارہ نہیں تھا کچھ ”شدید سردرد“ کا سن کر
دل پریشان ہو گیا تھا سو وہ دوپٹا گلے میں ڈال کر کچن میں
آگئی۔ ایک کپ چائے تیار کرنے میں دیر ہی کتنی لگتی
تھی۔

اگلے چند لمحوں میں وہ شکل پہ بارہ بجائے چائے کا
کپ لیے اپنے ہی بیڈروم میں یوں داخل ہو رہی تھی
جیسے دشمنوں کا ہو۔ مزیب بیڈ پر دراز تھا۔ بڑی بھر پور
کیفیت سے اس کے رونٹھے چہرے کو دیکھ کر اٹھ بیٹھا۔
کپ سائیڈ ٹیبل پر رکھنے کے بعد دراز میں سے پن کٹر
نکالی اور رکھ کر پلٹی ہی تھی کہ وہ سامنے آ گیا۔ ہشاش

بشاش سا۔
”اتنے دلوں کی ناراضی کافی ہے میرے لیے ابھی
اور کتنی سزا دو گی؟“ اپنے مخصوص انداز و لہجے میں اس
نے مالا کو اسیر کرنے کی ابتدا کی جو دل کو دمکانے میں لگی
ہوئی تھی ”خبردار جو سرینڈر کیا تو۔“

”بیٹے..... مجھے عبداللہ کے پاس جانا ہے۔“ آج
پہلی مرتبہ اسے آنسو برے لگے خواہ مخواہ ہی گلے میں
انک گئے۔ وہ گزور نہیں پڑنا چاہتی تھی۔ کم از کم آج تو
نہیں ہمیشہ..... ہر دم اس کی محبت کا دم بھرنے والے
محبوب شوہر نے اس دن گویا اس کی جان ہی نکال دی
تھی وہ الفاظ کہہ کر..... اپنا آپ گرا ہوا محسوس ہو رہا تھا
اسے سچ تو یہ تھا جسم طوفان کی زد میں آ گیا تھا۔ شہد آگئیں
زبان رکھنے والے مزیب کے طلق سے وہ طعنہ زنی اندر

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام کی پیشکش

یہ شمارہ پاک سوسائٹی ڈاٹ کام نے پیش کیا ہے

ہم خاص کیوں ہیں :-

- ✦ ہائی کوالٹی پی ڈی ایف فائلز
- ✦ ہر ای بک آن لائن پڑھنے کی سہولت
- ✦ ماہانہ ڈائجسٹ کی تین مختلف سائزوں میں اپلوڈنگ
- ✦ سپریم کوالٹی، نارمل کوالٹی، کمپریسڈ کوالٹی
- ✦ عمران سیریز از مظہر کلیم اور ابن صفی کی مکمل ریج
- ✦ ایڈ فری لنکس، لنکس کو میسجے کمانے کے لئے شرٹک نہیں کیا جاتا
- ✦ ہر ای بک کا ڈائریکٹ اور ریڈیو ایبل لنک
- ✦ ڈاؤنلوڈنگ سے پہلے ای بک کا پرنٹ پر یو ہر پوسٹ کے ساتھ
- ✦ پہلے سے موجود مواد کی چیکنگ اور اچھے پرنٹ کے ساتھ تبدیلی
- ✦ مشہور مصنفین کی کتب کی مکمل ریج
- ✦ ہر کتاب کا الگ سیکشن
- ✦ ویب سائٹ کی آسان براؤزنگ
- ✦ سائٹ پر کوئی بھی لنک ڈیڈ نہیں

We Are Anti Waiting WebSite

واحد ویب سائٹ جہاں ہر کتاب ٹورنٹ سے بھی ڈاؤنلوڈ کی جاسکتی ہے

↳ ڈاؤنلوڈنگ کے بعد پوسٹ پر تبصرہ ضرور کریں

↳ ڈاؤنلوڈنگ کے لئے کہیں اور جانے کی ضرورت نہیں ہماری سائٹ پر آئیں اور ایک کلک سے کتاب

ڈاؤنلوڈ کریں

اپنے دوست احباب کو ویب سائٹ کا لنک دیکر متعارف کرائیں

WWW.PAKSOCIETY.COM

Online Library for Pakistan



Like us on
Facebook

fb.com/paksociety



twitter.com/paksociety1

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام کی پیشکش

برق دار پاک سوسائٹی ڈاٹ کام نے جس کیلئے

ہم خاص کیوں ہیں :-

- ☆ ہائی کوالٹی پی ڈی ایف فائلز
- ☆ ہر ای بک آن لائن پڑھنے
- ☆ کی سہولت
- ☆ ماہانہ ڈائجسٹ کی تین مختلف
- ☆ سائزوں میں ایڈوانسنگ
- ☆ مشہور مصنفین کی کتب کی مکمل رینج
- ☆ ہر کتاب کا الگ سیشن
- ☆ ویب سائٹ یا آسان براؤزنگ
- ☆ سائٹ پر کوئی بھی لنک ڈیڈ نہیں
- ☆ ہائی کوالٹی پی ڈی ایف فائلز
- ☆ ہر ای بک آن لائن پڑھنے
- ☆ کی سہولت
- ☆ ماہانہ ڈائجسٹ کی تین مختلف
- ☆ سائزوں میں ایڈوانسنگ
- ☆ مشہور مصنفین کی کتب کی مکمل رینج
- ☆ ہر کتاب کا الگ سیشن
- ☆ ویب سائٹ یا آسان براؤزنگ
- ☆ سائٹ پر کوئی بھی لنک ڈیڈ نہیں

We Are Anti Waiting WebSite

واحد ویب سائٹ جہاں ہر کتاب فورنٹ سے بھی ڈاؤن لوڈ کی جاسکتی ہے
 ڈاؤن لوڈنگ کے بعد پوسٹ پر تبصرہ ضرور کریں
 ڈاؤن لوڈنگ کے لئے کہیں اور جانے کی ضرورت نہیں ہماری سائٹ پر آئیں اور ایک کلک سے کتاب
 ڈاؤن لوڈ کریں

اپنے دوست احباب کو ویب سائٹ کا لنک ویڈیو متعارف کرائیں

WWW.PAKSOCIETY.COM

Online Library for Pakistan



Like us on Facebook

fb.com/paksociety

twitter.com/paksociety1



ہے؟ کیوں کہا تھا ایسے؟
 "پاکل ہو گیا تھا تو اس کو بیٹھا تھا کہا تو ہے
 مزاد منظور ہو گی لیکن ناراض نہیں ہونا۔"
 چہرے پر آئی لیس ستوار کر بولا۔ "ملا بدستور چکیا
 رہی۔"

"مزا کوئی نہیں..... بس آئندہ مجھ پر غصہ نہ کر
 جان دے دوں گی۔" اس سے الگ ہو کر مالا نے
 کیا تھا حرب نے مسکراتے ہوئے جھٹ اپنے
 بکڑے تھے۔

"اب آگے کیا عم ہے کل سے کسی اور نوکر کو
 دیکھنا شروع کر دوں..... تمہاری طبیعت؟" اسے نظر
 میں رکھ کر حرب نے بظاہر سنجیدگی سے پوچھا تھا۔
 اس سے بھی زیادہ سنجیدہ ہو کر جنگی
 "ہرگز نہیں! پاکل بھی نہیں کسی بھی نہیں.....
 میں دس باہر گی پریکٹس ہو جاؤں تو بھی نوکرانی
 رکھوں گی۔"

"سوج لوج۔" حرب نے دلچسپی سے کہا افسوس
 سراسر اکسانے والا تھا۔

"سو بوا سو لہوا لہا اپنے ہاتھ سے مگر کا ایک ایک کام
 کروں گی۔ پھر جب بہو آئے گی تو اس سے کرواؤں
 گی۔" حرب نے کافی دنوں کے بعد اونچا تہقہ
 تھا۔

"اگر بہو تمہاری مگر کی ملی آئی میں تک چرسہ ہی
 تو....." مالا نے کہا وہ شہر پر مور ہا ہے جب ہی سر جھکا
 مسکراتے گی۔

"تو یہ خادم تو ہو گا ماں اپنی بیاری بیوی کی
 خدمت کے لئے۔ سب کام کر دیا کروں گا۔"
 "چلیں تب کی تب دیکھیں گے ابھی تو مجھے عبد اللہ
 کے پاس جانا ہے۔" مازو سب کی کسی بھی قسم کی پیش قدمی
 سے بچنے کے لئے وہ دوڑ کر دروازے تک گئی۔

"یام راج کی رات تو میرے نام لکھ جاؤ۔" حرب
 کی شوخی کا رد پھر ہی تھا۔

وہ ٹھیک دکھائی باہر چلی گئی وہ بھی سرشار سا بیچے رکا
 تھا کہ گڑبگڑ کی راتوں کا حساب کتاب آج کرنا تھا۔

باہر سٹنی دوز آگئی تھی۔ ایسے میں کون سا ایسا لہر تھا جب
 وہ ان الفاظ کو یاد کر کے سڑسڑ سے ازیت کا شکار
 نہیں ہوتی تھی۔ اب اس کا اتنا بھی حق نہیں بننا تھا کہ وہ
 حرب سے ناراض ہو جائے۔
 "ناراض ہو؟" وہی اپنے حصار میں لینے والا کبیر
 انداز۔

"جی نہیں..... بھولوں کے بار پیمانے تھے آپ
 نے مجھے بہت خوش ہوں۔"

"سر سے بڑیک ٹر مندہ ہوں جو مرضی مزاد وہ لگن
 یوں بے نشانہ کی نہ ہوتی۔"

"میری بے اعتنائی سے آپ کو کیا سر دکار؟ کیا لگتی
 ہوں میں آپ کی؟ اور آپ کے ٹر مندہ ہونے سے
 میری وہ ازیت تو کم نہیں ہوئی جو آپ کی طعنہ زنی کی وجہ
 سے مجھے ہوئی ہے۔" حرب کی طرح وہ الفاظ سڑسڑ سے
 دل پر نقش ہو گئے ہیں ابھی نہ سٹنے کے لئے مجھے یاد
 آکر تر پانے کے لئے۔ "آفسوں پر اختیار نہیں رہا تھا
 بہت شدت سے روٹے ہوئے وہ بولی تو حرب کو گھسی
 دیکھی کر گئی۔

"سب کچھ..... میری سب کچھ تو سہی ہو تمہاری
 بے اعتنائی سے مجھے اتنا سر دکار ہے کہ میں اسے سہ نہیں
 پاؤں گا پاکل بھی نہیں۔" وہ اسے شانوں سے تمام کر
 احساسا بے بسی سے بولا تھا۔

"ہا تم مت لگائے مجھے..... نہیں..... چھوڑیں۔"
 اس کے ہاتھوں کو جھٹک کر وہ آگے بڑھنے لگی کہ حرب
 نے پکڑ لیا۔

"میں مالا..... بس کرو جان نہیں سہ پاؤں کا تمہارا
 یہ روہیہ..... سر جاؤں گا قسم سے سر جاؤں گا۔" اسے خود
 سے حرب کے سر کوٹی نما الفاظ کے شکنجے میں ڈبو کر کہے۔
 ہر ہر لفظ سے جھکن عیاں تھی۔ بے چارگی جھٹک رہی تھی
 مالا پھوٹ پھوٹ کر روٹے ہوئے اس کے سینے سے
 جاگتی۔

"انتہا سے زیادہ مرے ہیں آپ پہلے تکلیف دی
 سرنے کی باتیں کر رہے ہیں کیوں ہونے تھے غصہ
 مجھ پر کوئی ماں اپنے ہاتھوں سے اچھا بیٹا انورا کر سکتی
 ہائے کپڑے